ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

فائدہ مند علم

(از جناب پیر حاجی محمد اسحٰق سرہندی مجددی قصور لکشنا شہر میرپور خاص سندھ)

۱۔ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کے انعامات میں سے علم ایک بہت بلند مرتبہ انعام ہے۔ اس علم ہی کی بدولت ہمارے جد امجد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام فرشتوں میں ممتاز بنے۔ اس لئے علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ ع

طلب کردن علم شد بر تو فرض

۲۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ "علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے"۔ (مشکوٰۃ شریف)

لہٰذا ہر کلمہ گو کو چاہیئے کہ از مہد تا لحد طلب علم میں لگا رہے۔ کیونکہ علم سے کبھی انسان سیر نہیں ہو سکتا۔ جتنا علم حاصل کرے گا اتنا ہی شوق بڑھے گا۔ علوم کی نشر و اشاعت کی مجالس بہترین مجالس ہیں۔

۳۔ فائدہ مند علم کے حصول کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ عَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّ رِزْقًا طَيِّبًا۔ (از شعار الاخیار فی الدعوات والاذکار بحوالہ ابن ماجہ [illegible] احمد (ام سلمہ)

ترجمہ:۔ "الٰہی میں تجھ سے نفع دینے والے علم۔ قبول ہونے والے عمل اور پاک رزق کا سوال کرتا ہوں"۔

نیز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے فائدہ علم سے پناہ مانگی ہے

(عن انس رضی اللہ عنہ) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَ دُعَآءٍ لَّا يُسْمَعُ وَنَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ (مشارق الانوار۔ باب جوامع الادعیہ ۲۲۴۹ بحوالہ مسلم شریف

ترجمہ:۔ یا اللہ میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو فائدہ والا نہ ہو اور اس دل سے بھی جس میں خشوع نہ ہو اور اس دعا سے بھی جو قبول نہ ہو اور اس دل سے بھی جس کو آسودگی نہ ہو (تھوڑے پر قناعت نہ کرے)

مذکورہ بالا دعاؤں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں (۱) فائدہ مند علم اور (۲) فضول اور بے فائدہ علم۔ ان دونوں حدیثوں میں ہمارے لئے یہ دستور العمل بیان کیا گیا ہے کہ فائدہ مند علم حاصل کریں اور فضول اور بے فائدہ علم سے بچیں۔

۴۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں علوم کی تشریح ایک جملہ میں اس طرح فرمائی ہے۔ "علم از بہر دین پروردن است۔ نہ از بہر دنیا خوردن است" یعنی علم حاصل کرنے سے غرض یہ ہے۔ کہ دین کی اصلاح اور ترقی حاصل ہو۔ یہ غرض ہرگز نہیں کہ دنیا حاصل کی جائے۔ مشارق الانوار میں علم نافع اس علم کو کہا ہے۔ جس سے دنیا یا آخرت یا دونوں میں فائدہ حاصل ہو۔ مثلاً علم طب یا علم حساب میں دنیا کا فائدہ ہے۔ علم معرفت علم سلوک اور علم اخلاق میں آخرت کا فائدہ ہے اور شریعت کے علوم میں دنیا اور آخرت دونوں کا بھلا ہے۔

۵۔ علم غیر نافع وہ علم ہے جس پر عمل نہ کیا جائے ؎

علم چنداں کہ بیشتر خوانی
چوں عمل در تو نیست نادانی ۴۴

"علم نافع آنست کہ منبسط شود در سینہ روشنائی آں و دور کند از دل زنگ و سیاہی۔ علم نافع علمی است کہ شناختہ مے شود باں وحدانیت او تعالےٰ و صفات او و طریقت تعبد او و کیفیت حدود اوامر و نواہی او و حصول آداب ربوبیت او تعالیٰ و تقدس و از دل او شکوک و ظنون و پردۂ غشاوۂ قلب برداشتہ شود۔ و بنور یقین کامل منور گردد۔ حضرت داؤد نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام مذکور است العلم فی الصدر کالمصباح فی البیت یعنی بہترین علوم آن ست کہ باں خوف الٰہی جل شانہٗ حاصل شود۔

عارفان فرمودہ است میزان و علامہ خشیت قیام باوامر و اجتناب از نواہی اوست و عمل بمقتضائے علم و ہر علمے کہ صرف ہمت بسبب آں جمع مال و ترفع عند ارباب الجہل والریاست و مباہات اقران استکبار و طویل امل و نسیان آخرت باشد۔ پس آں علم از اسباب بعد و ہلاک و محرومی است۔

ترجمہ نفع دینے والا علم وہ ہے۔ کہ سینے میں پھیل جاوے روشنی اس کی اور دل سے زنگار اور سیاہی کو دور کرے۔ نفع دینے والا علم وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شناخت ہو اور اس کی صفات کا پتہ ملے۔ اور اس کی عبادت کا طریقہ معلوم ہو اور اس کی اوامر و نواہی کی حدوں کی کیفیت معلوم ہو اور اللہ تعالےٰ کے آداب کا علم حاصل ہو اور دل سے شک و گمان اور غفلت کے پردے ہٹ جائیں اور مکمل یقین کے نور سے دل روشن ہو جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا فرمان ہے کہ سینے میں علم گھر میں چراغ کی مانند ہے۔ یعنی بہترین علم وہ ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کا خوف حاصل ہو۔ عارفوں کا قول ہے کہ جب دل میں اللہ تعالےٰ کا خوف ہو اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے ڈر کر اس کی اوامر کی پیروی کرے گا اور اس کی نواہی سے بچے گا۔ اور علم کے موافق عمل کرے گا۔ اور ہر وہ علم جس کی غرض صرف دنیاوی مال کا جمع کرنا ہے علم دولتمندوں یا حکمرانوں کے ہاں مرتبہ چاہنا۔ دنیاوی مال و دولت کی فراہمی کرنا اور تکبر و غرور کرنا۔ لمبی لمبی امیدیں باندھنا اور آخرت کو بھول جانا ہو۔ پس ایسا علم اللہ تعالےٰ سے دوری، ہلاکت اور محرومی کا باعث ہے"۔

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب تبصیر الرحمٰن کے متعلق فرمایا کہ اس کتاب کا مصنف فلاسفہ کے مذہب کی طرف بڑا مائل اور بہت ممکن ہے کہ وہ حکماء کو انبیاء علیہم السلام کا ہم پلہ بنا دے۔ سورۃ ہود میں میری نظر سے گزرا کہ اس میں بیان حکماء کے طرز پر کیا گیا ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام اور حکماء کے اقوال کو مطابقت دے کر آیت کریمہ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ۔ کے بیان میں لکھا ہے کہ کہ انبیاء (علیہم السلام) اور حکماء اس بات پر متفق ہیں کہ نار سے مراد (بقول انبیاءؑ) نار حسی اور (بقول حکما) نار عقلی ہے۔ اب جس بات پر انبیا علیہم السلام کا اتفاق ہو۔ اس پر حکماء کا اتفاق کوئی معنی نہیں رکھتا۔ عذاب آخرت کے بارے میں حکمائ کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔ باقی صفحہ ۱۴ پر

۴۴ اور غیر نافع وہ علم بھی ہے جس کا سیکھنا [illegible]

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳ | ۱۶ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء | شمارہ ۲۲

ریل کا خوفناک حادثہ

گزشتہ ہفتہ اوکاڑہ اور منٹگمری کے درمیان گیمبر ریلوے اسٹیشن پر جو خوفناک حادثہ ہوا۔ اس کی نظیر ہند و پاکستان کی تاریخ میں بمشکل ملے گی اس سانحہ پر جتنا بھی اظہار رنج و غم کیا جائے کم ہے۔ اس کی تفصیلات وقتاً فوقتاً اخبارات میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ ان کو یہاں دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ تفصیلات بیان کرنے والوں میں چشمدید گواہوں کے علاوہ بعض زخمی ہونے والے بھی ہیں۔ ان کی داستان غم سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہلاک ہونے والوں کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی معلوم نہیں۔ حکام ریلوے کا اندازہ ہے کہ ۶۲ ہلاک ہوئے ہیں۔ وزیر مواصلات کی رائے میں ان کی تعداد ۸۰ سے زیادہ نہیں۔ عوام کا خیال ہے کہ ۵۰۰ - ۶۰۰ سے کم نہیں۔ یہی حال زخمیوں کا ہے۔

ہر واقعہ کے کچھ مادی اور کچھ روحانی اسباب ہوتے ہیں۔ اس کے مادی اسباب یہ ہیں۔ تیل ایکسپریس گیمبر اسٹیشن پر کھڑی تھی۔ اسٹیشن ماسٹر گیمبر اور دونوں کانٹے والوں کی عقل ماری گئی۔ انہوں نے کراچی ایکسپریس کو دوسری لائن سے گزارنے کی بجائے اصلی لائن پر لے لیا۔ جس پر تیل ایکسپریس کھڑی تھی۔ کراچی ایکسپریس کے ڈرائیور نے تیل ایکسپریس کو نہ دیکھا۔ دونوں گاڑیاں آپس میں ٹکرائیں۔ دونوں کے انجن ٹوٹ گئے کچھ ڈبوں کو آگ لگ گئی۔ یہ سب مادی اسباب جمع ہوئے۔ تو یہ حادثہ پیش آیا۔ پولیس نے اسٹیشن ماسٹر اور دونوں کانٹے والوں کو گرفتار کر لیا ہے ان پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ اس مقدمہ کا جو فیصلہ ہوگا۔ وہ وقت آنے پر سب کے سامنے آجائے گا۔ اس کے متعلق اس وقت کچھ عرض کرنا قبل از وقت ہوگا اب تک اخبارات اور حکام نے انہیں مادی اسباب پر رائے زنی کی ہے۔

روحانی اسباب کو کسی نے بھی درخور اعتناء نہیں سمجھا۔ ہم ان اسباب کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ بحیثیت مسلمان کے ہمارا ایمان ہے کہ اچھی اور بُری تقدیر اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ وہی نافع ہے اور وہی ضار ہے۔ اس کا ہر فیصلہ ہمارے اعمال کی بنا پر ہوتا ہے۔ اس کے متعلق قرآنمجید کی بیشمار آئتیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن طوالت کے خوف سے ہم صرف دو کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ اور تم پر جو مصیبت آتی ہے۔ تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے آتی ہے اور وہ (اللہ تعالیٰ) بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔
(سورہ الشوریٰ۔ رکوع ۴ پ ۲۵)

۲۔ بیشک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔ (سورہ الرعد رکوع ۲ پ ۱۳)۔

یعنی اللہ تعالےٰ کسی قوم کو بد سے نیک اور نیک سے بد نہیں کرتے۔ جب تک اس کے اعمال اس کے مقتضی نہ ہوں۔ یہی قانون افراد کے متعلق بھی ہے۔ اس ارشاد باری تعالےٰ کا ترجمہ مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے ایک شعر میں یوں پیش کیا ہے ؎

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ان آیات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ حادثہ ہماری اپنی شامت اعمال کا نتیجہ ہے۔ قومی اور انفرادی حیثیت سے ہماری بد اعمالیاں اتنی زیادہ ہیں کہ ہمیں جو بھی سزا دی جائے وہ کم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ ستاری سے کام نہ لیتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعلمینی ہمارے کام نہ آتی تو ہم اب تک نیست و نابود ہو جاتے

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

آخر میں ہم ہلاک اور مجروح ہونے والوں کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ ہلاک ہونے والوں کے متعلق قارئین کرام سے ہماری درخواست ہے کہ وہ ان کے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔

مجروحین سے بھی ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ خدا را اس حادثہ سے عبرت حاصل کیجیے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو مہلت دی ہے۔ اس مہلت کو غنیمت جانیئے اور آئندہ اپنی زندگی کا کانٹا بدل لیجئے۔ موت یقینی ہے۔ اس سے کسی کو مفر نہیں اور نہ کسی کو اس کے وقت کا پتہ ہے۔ اس کے لیئے ہر وقت تیاری میں لگے رہنے کی ضرورت ہے۔ پہلے جو کچھ کیا ہے۔ اس کی اللہ تعالےٰ سے معافی لے لیجئے اور آئندہ ہر معاملہ میں اس کی رضا کا خیال رکھا کیجئے۔ مجروحین کے علاوہ باقی مسلمانوں کو بھی اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ سے ہماری دُعا ہے کہ وہ سب مسلمانوں کو ہر معاملہ میں اپنی رضا کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

عرب ممالک

جغرافیائی طور پر عرب ممالک کرۂ ارض کے اس حصّہ میں واقع ہیں جو متعدد وجوہ سے بہت اہمیت حاصل کر گیا ہے۔ تیل کی پیداوار سے جہاں ان ممالک کی معیشت خوشگوار ہو گئی ہے وہاں ان کی سیاست اور مُلکی حالت بھی بدل گئی ہے۔ اس سیاسی ابتری کی وجہ اگرچہ مشرقی و مغربی طاقتوں کی مشرق وسطی میں زور آزمائی بھی ہے۔ لیکن ان حالات کے سب سے بڑے ذمہ دار خود عربی ممالک ہیں جو نصف درجن

سے زیادہ ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ان سب عربی ممالک میں مطلق العنان ملوکیت قائم تھی۔ البتہ اب دو تین ممالک بادشاہی سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔ عربی ممالک میں جمہوری حکومتوں کے قیام سے بین العربی اتحاد و اتفاق کو تو کیا فائدہ پہنچا ہوگا۔ البتہ عربی ممالک ایک مذہب ایک قومیت اور ایک ہی زبان رکھتے ہوئے بھی نظریاتی طور پر ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ہیں۔ یعنی جہاں ملوکیت رائج ہے۔ ان ممالک کو تو مغربی طاقتوں نے اپنے زیر اثر کر رکھا ہے۔ اور جہاں بادشاہت نہیں۔ وہاں اشتراکیت پر پُرزے نکال رہی ہے۔ نتیجہ عرب ممالک کا آپس میں ٹکراؤ اور اختلاف ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ کچھ عربی حکمران (جن میں سعودی عرب کے شاہ سعودؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں) عربوں کی یکجہتی کے لئے شب و روز کوشاں ہیں۔ عربی ممالک کے آپس میں دفاعی معاہدے بھی ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن بیرونی مداخلت سے اتحاد کی کوئی بیل منڈھے چڑھتی دکھائی نہیں دیتی۔

عرب مغربی جمہوریتوں کے دلدادہ ہیں یا اشتراکیت میں اپنی نجات سمجھتے ہیں؟ بعض عربی ممالک (مصر اور شام وغیرہ) مذکورہ نظریات میں سے ایک کی طرف اتنا بڑھ گئے ہیں کہ ان کا واپس لوٹنا بھی آسان نہیں۔ لیکن مذہبی معاشرتی اور لسانی [illegible] کے علاوہ ایک سیاسی وجہ بھی ہے جو عربوں کے اختلافات مٹانے کے لئے کافی ہے اور وہ ہے.....

صیہونی ریاست اسرائیل کا وجود [illegible]

میں سب عرب متحد ہیں۔ یہی اسرائیل بیرونی طاقتوں کے خلوص کا امتحان ہے جب تک عربی ممالک کے درمیان یہ ریاست قائم ہے۔ عرب ہمیشہ خطرے میں رہیں گے۔ ہماری رائے میں عربی ممالک کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیئے۔ کم از کم اس وقت تک جب تک یہ ریاست قائم ہے۔ کچھ عربی ممالک مغربی ممالک کے اہم نوا ہیں۔ اور کچھ مشرقی طاقتوں کے۔ لیکن اسرائیل کے قیام میں یہ سب مغربی اور مشرقی طاقتیں متحد تھیں۔ اگر ان میں سے کوئی بھی پورے طور پر مخالفت کرتی تو اسرائیل کا قیام مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ اب جب اسرائیل قائم ہو گیا ہے اور دونوں طاقتوں نے تسلیم کر رکھا ہے۔ تو ان میں ہر ایک طاقت اپنے مفاد کی خاطر زیادہ سے زیادہ عربی ممالک کو رام کرنا چاہتی ہے۔

اسرائیل کے سوال پر تمام عربی ممالک بلکہ اسلامی ممالک متحد ہو جائیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ عربوں کو اس خطرناک دشمن سے نجات نہ ملے اور ساتھ ہی ساتھ بیرونی طاقتوں کی عملی ہمدردی کا ثبوت مل جائے۔

الجزائر

قارئین کرام جانتے ہیں کہ اشتراکی چین اقوام متحدہ کا رکن نہیں ہے۔ ہر سال اس کی رکنیت کا سوال پیدا ہوتا ہے اور امریکہ اپنے حلیف ممالک کی مدد سے اس کی رکنیت کو التوا میں ڈال دیتا ہے۔ امسال جب حسب معمول چین کا مسئلہ درپیش آیا تو امریکی مندوب نے یہ عذر پیش کیا کہ چین اقوام متحدہ کی رکنیت کا اہل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کوریا میں لاکھوں نفوس کے قتل عام کا ذمہ دار ہے اور امریکہ کا یہ عذر اقوام متحدہ میں اکثریت رائے سے تسلیم کر لیا گیا۔

ہم اقوام متحدہ سے اور امریکہ سے عقل اور انصاف کا واسطہ دیتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ فرانس جو امریکہ کا حلیف اور قرض خوار ہے۔ اسی فرانس نے الجزائر میں اب تک کم از کم ۵ لاکھ مسلمانوں کو شہید کیا ہے۔ کیا امریکہ یا اقوام متحدہ کے ہاں یہ قتل عام کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ کیا الجزائر کے مسلمانوں کی زندگیاں اتنی ارزاں ہیں اور جنوبی کوریا والوں کی اتنی گراں کہ اول الذکر سے شب و روز خون کی ہولی کھیلنے والا حفاظتی کونسل کا مستقل رکن بھی رہے اور اقوام متحدہ کا ممبر بھی۔ دنیا کے تمام ممالک سے اس کے دوستانہ مراسم بھی ہوں اور کوئی اُسے قتل عام سے روک بھی نہ سکے۔ کیا مغربی طاقتیں سمجھتی ہیں کہ اپنی اس دوغلی پالیسی سے ایشیائی اور عرب عوام کی نظروں میں وہ کسی عزت کی مستحق ہوں گی؟ یہ اور بات ہے کہ امریکہ اور ایسی طاقت ایشیائی اور عربی ممالک کی حکومتوں کو کٹھ پتلی بنا لیں۔

بقیہ فائدہ مند علم صفحہ ۲ سے آگے:-

بقیہ فائدہ مند علم صفحہ ۲ سے آگے

جبکہ وہ خاص طور پر انبیاء علیہم السّلام کے قول کے مخالف ہو۔ اہل فلسفہ جو عذاب عقلی کا اثبات کرتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد عذاب حسّی کا انکار ہے۔ حالانکہ عذاب حسّی پر سب انبیاء علیہم السلام متفق ہیں۔ نیز دوسرے مقامات پر بھی قرآنی آیات کا بیانِ مذاق حکماء کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ باتیں انبیاء علیہم السّلام کے مذہب کے خلاف ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ باطنی اور ظاہری نقصانات سے خالی نہیں۔

(از مکتوب ۱۰۱ جلد سوم)

مذکورہ بالا نصیحت کو ہمیں فی زمانہ ہر وقت ذہن نشین رکھنا چاہیئے۔ ہر دینی کتاب **قرآن مجید کی تفسیر** احادیث کی شرحیں وغیرہ خریدنے سے قبل اس بات کی جانچ پڑتال ضرور لینی چاہیئے۔ مصنف کون صحیح عقائد اہل سنّت و جماعت رکھتا ہے۔ خود دیندار ہے۔ محقق علمائے کرام سے بھی پوچھ کر دینی کتاب خریدی جا سکتی ہے۔ آج کل بڑے احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ لاپرواہی سے کسی بد اعتقاد مصنف کی تصنیف لے بیٹھو جو معیاری نہ ہو اور اس کا مطالعہ دین کی بربادی کا باعث بن جائے۔ (اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔)

جب دین کی کتابوں میں اس قدر احتیاط کی ضرورت ہے تو مخرب اخلاق کتابیں اور رسالے جو نیم عریاں تصاویر سے مزین ہوں ان کے قریب بھی نہیں جانا چاہیئے۔ کیونکہ ان کتابوں سے دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح لٹریچر کا ذوق اور شوق عطا کریں اور مخرب اخلاق اور بیہودہ کتابوں سے بچائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خُطبۂ یومُ الجُمُعَۃ

مُسلمان کس جماعت (سوسائٹی) میں رہے

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

قولہ تعالٰے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○ سورۃ الکہف ع ۴

ترجمہ: تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں ۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دُنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے ۔

بیشمار جماعتیں (سوسائٹیاں)

برادران اسلام اور معزز خواتین ۔ میری آج کی معروضات کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان کو کس جماعت (سوسائٹی) میں شامل ہو کر دنیا میں زندگی بسر کرنی چاہیئے ۔ اس چیز کے عرض کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ دنیا میں بیشمار جماعتیں (سوسائٹیاں) ہیں اور انسان دوسرے حیوانات کی طرح نہیں ہے کہ فقط نر اور مادہ کا جوڑا مل جائے ۔ تو زندگی خوشگوار بسر ہو جائے ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی ضرورتوں کے ساتھ جکڑ بند کر دیا ہے کہ اکیلا ان ضرورتوں کو پورا کر ہی نہیں سکتا ۔ جب تک کہ دوسرے انسان اس کے ساتھ تعاون نہ کریں ۔ مثلاً انسان کو جوتے کی بھی ضرورت ہے ۔ کیونکہ اس کے پاؤں کے تلوے گھوڑے ۔ گدھے ۔ خچر گائے اور بھینس کے سے نہیں ہیں ۔ کہ انہیں کانٹا نہ چبھے ۔ اسے کپڑے کی بھی ضرورت ہے ۔ کپڑا کپاس سے بنتا ہے ۔ اور کپاس بنولے بونے سے حاصل ہوتی ہے ۔ حاصل یہ نکلا کہ کپڑے کے لئے کاشتکاروں کی ضرورت ہے ۔ اور کاشتکاری کے لئے بیلوں اور ہلوں کے علاوہ اور بیسیوں چیزوں کی ضرورت ہے ۔ کاشتکاری کی بعض چیزیں لوہے کی ہوتی ہیں ۔ جن کے لئے لوہار چاہیئے بعض لکڑی کی ہوتی ہیں ۔ جن کے بنانے کے لئے بڑھئی کی ضرورت ہے اب خیال فرمایئے بطور نمونہ انسان کی دو تین ضرورتیں جو میں نے عرض کی ہیں ۔ ان کے لئے موچی ۔ بڑھئی ۔ لوہار کاشتکار کی ضرورت ہے ۔ کیا ایک انسان اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیئے یہ سب ہنر سیکھ سکتا ہے ۔ اور اگر بالفرض سیکھ بھی لے تو کیا ان سب کو اپنے ہاتھ سے کر کے کامیاب ہو سکتا ہے ۔ ہرگز نہیں ۔ کسی عقلمند نے سچ کہا ہے ۔ ہرکہ یک کرد ۔ کرد ۔ ہرکہ دو کرد ۔ چیزے کرد ۔ و چیزے نہ کرد ۔ ہرکہ سہ کرد ہیچ نہ کرد ۔

ترجمہ ۔ جس شخص نے ایک کام اختیار کیا تو اسے تکمیل پر پہنچالے گا جس نے دو کام کیئے دونوں ادھورے رہیں گے ۔ جس نے تین کام شروع کیئے ۔ وہ ہر ایک کام میں نقصان اُٹھائے گا ۔ اور تکمیل پہ کسی کو بھی نہ پہنچا سکے گا ۔

لہذا :-

سب انسان مل جل کر رہیں گے ۔ اور ضروریات کو پورا کرنے میں ایک دوسرے کا تعاون کریں گے ۔ ایک جگہ اکٹھا رہنے کے باعث پھر آپس میں ملنے جلنے سے مختلف جماعتیں بن جائیگی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیئے تو وقتی طور پر ایک آدمی کئی دروازوں پر جائے گا ۔ مثلاً صبح اٹھنے کے بعد ہاں جائے گا ۔ سبزی لینے کے لیئے سبزی فروش کی دُکان پر جائے گا ۔ گوشت خریدنے کے لئے قصاب کے پاس جائیگا نمک مرچ ہلدی خریدنے کے لیئے کسی اور دُکاندار کے پاس جائے گا ۔ جوتا خریدنے کے لئے جوتا فروش کے ہاں پہنچے گا ۔ کپڑا خریدنے کے لئے بزاز کے دروازہ پر جائے گا ۔ کسب معاش کے لئے دفتر ۔ بازار یا منڈی میں جائیگا ۔

کشش اضطراری

برادران اسلام ان سب دروازوں کی کوچہ نوردی انسان کو مجبوراً کرنی پڑتی ہے ۔ یا خود ان دروازوں پر جائے گا یا اپنا نائب مثلاً نوکر بھجوائے گا ۔ ان دروازوں پر جانے کے لئے انسان مجبور ہے ۔ ورنہ اس کی ضروریات زندگی پوری نہیں ہو سکیں گی ۔ اس جبری کشش کو کشش اضطراری کہا جائے گا ۔ میں جو کچھ آج عرض کر رہا ہوں ۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیئے نہ کہیں جائے اور نہ کسی انسان سے تعلق ہی رکھے اسی کو شریعت میں رہبانیت کہا جاتا ہے اور سیدالمرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمت کو رہبانیت سے منع فرمایا ہے ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اپنی زندگی کا یہ پروگرام بنایا تھا کہ رات کو ہمیشہ شب بیدار رہیں گے ۔ اور دن کو روزہ دار رہیں گے ۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے انہیں منع فرمایا کہ :-

اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِضَيْفِكَ اَوْ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا

ترجمہ :- بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے ۔ اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے ۔

آپ کے فرمان کا مطلب یہ تھا ۔ کہ اگر تم رات کو شب بیدار رہے تو دن کو کام کاج کس طرح کر سکو گے اور کام کاج کچھ نہ کیا تو بیوی بچوں مہمانوں کی خدمت کہاں سے کرو گے ۔

کشش اختیاری

برادران اسلام۔ ضروری معاشی کے لئے تو خدا جانے انسان کتنے گلی کوچوں کی خاک چھانتا ہے اور کتنی چوکھٹوں پر جھکتا ہے اور روزانہ کتنی سڑکوں پر گشت کرتا ہے۔ آج یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انسان ان مجبوریوں کے چکر سے گزرنے کے بعد اپنی طبیعت میں ایسا ذوقِ سلیم پیدا کرے کہ اس کی طبیعت میں کشش اختیاری ایسے ماحول کی طرف ہو۔ جس کی طرف اللہ جل شانہٗ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے جو میں نے آج کے خطبہ کے ابتدا میں نقل کی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور نہ تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دُنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔

آیت کا حاصل

جو لوگ صبح و شام خدا کو یاد کرنے میں مصروف رہتے ہیں

۲۔ جن کی زندگی کا مقصد فقط اللہ جل شانہٗ کو ہی راضی کرنا ہے
(فقط اس جماعت (سوسائٹی) میں نشست و برخاست رکھو)

۳۔ ان اللہ والوں کے سوا اور کسی جماعت میں شامل نہ ہو۔

۴۔ خدا تعالےٰ کی یاد سے غافل ہونے والے انسان کا کہا نہ مان۔ (جو اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار نہیں۔ بلکہ اپنی خواہش (نفسانی) کا تابعدار ہے۔

جماعت (سوسائٹی) کی تعیین

آیت مذکورہ کا جو حاصل عرض کیا گیا ہے۔ اس میں اس بات کی تعیین ہو گئی ہے کہ مسلمان کو اپنی نشست و برخاست کن لوگوں میں رکھنی چاہیئے اور کسے دُنیا کی ضرورتوں سے فارغ ہونے کے بعد کس جماعت میں اپنی زندگی کے لمحات بسر کرنے چاہئیں۔

حکمت

مسلمان پر خدا یاد کرنے والی جماعت (سوسائٹی) میں رہنے کی پابندی کیوں عائد کی گئی ہے۔ اس کی حکمت عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ مسلمان کا فرض تو یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا حکم معلوم ہونے کے بعد اسے فوراً مان لے۔ اس کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اگر نہ سمجھ میں آئے تو اپنی عقل کو ناقص خیال کرے اور حکم الٰہی کو ضرور کسی مصلحت اور حکمت پر مبنی ہونے کا یقین رکھے۔ اور اگر اللہ تعالےٰ اپنے ارشاد کی مصلحت بھی سمجھا دے تو یہ اس کا خاص فضل ہے۔ عرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی طبیعت ایسی بنائی کہ جس جماعت میں اسے رہنے سہنے کا موقعہ ملے اس جماعت کی صحبت کے اثرات بے ساختہ ان کی طبیعت میں آ جاتے ہیں۔ اور اس جماعت (سوسائٹی) کے خُو بُو سے متاثر ہوتے ہوتے آہستہ آہستہ اسی سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ جس میں وہ جماعت ڈھلی ہوئی ہے۔ البتہ حضرات انبیائے علیہم السلام اور ان کے بعد اللہ تعالےٰ کے صاحب استقامت مقبول بندے اس تاثر سے یقیناً مبرّیٰ اور پاک ہوتے ہیں۔ یہ حضرات دوسروں کا رنگ نہیں لیتے۔ بلکہ اپنا رنگ ان پر چڑھاتے ہیں۔ جب انسان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ دوسروں سے عادات و اطوار خُو اور بُو کا اثر لیتا ہے تو حکمتِ الٰہی کا تقاضا ہوا کہ چونکہ انسان دُنیا میں خدا یاد کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اسی خدا پرستی پر ہی اس کی دُنیا کی راحت اور آرام اور آخرت کی نجات کا مدار ہے اس لئے اسے حکماً ایسی جماعت (سوسائٹی) میں رہنے سہنے کا حکم دیا جائے جو خدا پرست خدا یاد کرنے والی۔ خدا سے ڈرنے والی۔ خدا سے محبت رکھنے والی ہو اور یہ پابندی اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اس کا احسان ہے۔ جس طرح ماں باپ ناتجربہ کار بچے کو غلط راستے سے ہٹاتے ہیں۔ اور سیدھے راستہ پر چلنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ ماں باپ کا یہ جبر بچے کے لئے رحمت ہے۔ بعینہٖ اسی طرح اس پابندی میں اللہ تعالےٰ کی رحمت کا جلوہ ہے۔ جو لوگ اس پابندی کو نبھائیں گے ان کی دُنیا بھی سنور جائے گی۔ اور آخرت میں بھی عذاب الٰہی سے بچ جائیں گے۔ اور جو اس پابندی سے بچ جائیں گے اور خدا پرستوں کی بجائے فاسق، فاجر، کافر اور دہریوں کے ساتھ ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہو کر زندگی بسر کریں گے۔ ان کی دُنیا کی زندگی بھی تلخ گزرے گی اور آخرت میں بھی ذلیل و خوار ہوں گے۔ اَللّٰھُمَّ لا تجعلنا منھم

قرآن مجید کی شہادت

برادران اسلام۔ آج جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق مزید شہادت قرآن مجید سے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

قولہٗ تعالےٰ۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ (سورۃ المائدہ رکوع ۸)

ترجمہ:۔ تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول ؐ اور ایماندار لوگ ہیں۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں۔

حاصل

اس آیت کا حاصل یہ ہے ۔ کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ فقط اللہ جل شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں میں سے ان لوگوں سے دوستی رکھیں جو ایماندار ہوں اور اسلام کے رکنوں (نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ) کے پابند ہوں اور بے دینوں سے زیادہ میل جول نہ رکھیں۔

حدیث شریف کی شہادت

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً (متفق علیہ)

باقی صفحہ ۱۲ پر

مجلس ذکر

نیک آدمی کی موت پر زمین و آسمان کا رونا

قرآن مجید میں فرعونیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ (سورہ الدخان ع ۱ - پ ۲۵) ترجمہ "پس اُن پر نہ آسمان رویا۔ نہ زمین۔ اور نہ اُن کو مہلت دی گئی"

مفسّرین حضرات اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ کا کوئی نیک بندہ مرتا ہے تو زمین بھی روتی ہے اور آسمان بھی روتا ہے۔ زمین اس لئے روتی ہے کہ اُس کے اوپر سے ایک نیک بندہ اُٹھ گیا۔ اس کی وجہ اس لئے روتا ہے کہ اس کے دو دروازے بند ہو گئے۔ ایک وہ جس میں سے نیک بندے کا رزق اُترتا تھا اور دوسرا وہ جس میں سے اُس کے اعمال صالحہ چڑھتے تھے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس طرح زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جب ہم مریں تو زمین بھی روئے اور آسمان بھی روئے۔ یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی بسر کریں زمین جس پر بیٹھ کر یاد الٰہی کی جاتی ہے۔ قیامت کے دن وہ بطور گواہ پیش ہوگی۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا (سورۃ الزلزال پ ۳۰)

ترجمہ: (اس دن وہ (زمین) اپنی خبریں بیان کرے گی)۔ جہاں بھی انسان جائے اس کا دل مسجد سے وابستہ ہو۔ اُسے اس نیت سے نماز پڑھنی چاہیئے کہ مسجد کی زمین قیامت کے دن اس کے لئے شہادت خیر دے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ أَسْوَاقُهَا (رواہ مسلم) ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک تمام آبادیوں میں محبوب ترین مقامات مساجد ہیں اور بدترین مقامات بازار ہیں۔

انسان کو جذب اضطراری کے ماتحت بازار۔ دفاتر اور منڈیوں وغیرہ میں جانا ہی پڑتا ہے۔ لیکن وہاں دل نہ لگائے بلکہ وہاں سے نکلنے کے لئے بے چین رہے۔ جیسے بیت الخلا میں مجبوراً جانا پڑتا ہے۔ فراغت کے بعد انسان کو اختیار ہوتا ہے کہ جہاں دل چاہے جائے۔ یہ جذب اختیاری ہے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ کے دروازے پر آئے اور اپنا وقت یہاں گزارے۔ مسجد سے اگر محبت ہے تو یہ محبت قیامت کے دن کام آئے گی۔ ایسے شخص کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن وہ اُن سات لوگوں میں شامل ہوگا۔ جن کو اللہ تعالےٰ اس روز اپنے سایہ میں رکھے گا۔ جس روز خدا کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

حضورؐ کا یہ ارشاد تبرکاً پیش کیا جاتا ہے:۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ ۔ ۱ إِمَامٌ عَادِلٌ ۲ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ ۳ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُودَ إِلَيْهِ ۴ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ ۵ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ ۶ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ ۷ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات شخص ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ اس روز اپنے سایہ میں رکھے گا۔ جس روز کہ خدا کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ۱۔ امام عادل ۲۔ وہ جوان جو اپنی جوانی کو خدا کی عبادت میں صرف کر دے۔ ۳۔ وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا ہوا ہے۔ جب وہ مسجد سے باہر نکلتا ہے تو جب تک مسجد میں واپس نہ آ جائے بے چین رہتا ہے۔ ۴۔ وہ دو شخص جو خالص خدا کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ اکٹھے ہوتے ہیں تو خدا کی محبت میں اور جُدا ہوتے ہیں تو خدا کی محبت میں۔ ۵۔ وہ شخص جو تنہائی میں خدا کو یاد کرتا ہے۔ پس اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں ۶۔ وہ شخص جس کو ایک خاندانی اور حسین عورت بڑے ارادہ سے طلب کرے اور وہ کہے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔ ۷۔ وہ شخص جو اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

اس قسم کے اللہ کے نیک بندوں کے متعلق کسی نے کہا ہے ؎

یاد داری کہ وقت زادن تو
ہمہ خنداں بودند و تو گریاں
آنچناں زی کہ وقت مردن تو
ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:۔

تجھ کو یاد ہوگا کہ جب تو پیدا ہوا تھا تو سب ہنس رہے تھے اور تو رو رہا تھا۔ اس طرح دنیا میں زندگی بسر کر کہ تیری موت پر سب رو رہے ہوں اور تو ہنستا ہُوا دنیا سے رخصت ہو۔

یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ ہماری ساری زندگی اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق بسر ہو۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس قسم کی زندگی بسر کر کے دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے

آمین ثم آمین

مثنوی ضرورت مذہب

از جناب مولینا احمد جمیل صاحب تھانوی

حق مذہب کا معیار

یوں تو ہر مذہب ہے اس کا مدعی
پھر ہے دعوے یہ کتاب مذہبی
اہل باطل نے بھی کی ہے حق کی نقل
آسماں سے ہے یہ نازل گر ہوئی
ایسی ہو تاریخ ہر ہر بات کی
جس پہ اُتری ہے کتاب مذہبی
اس سے کیا ظاہر ہوئے ہیں معجزات
لاابالی بد دیانت تو نہیں
اتنا ہو صدق و امانت بے پناہ
دشمنوں کو بھی ہو پہلے سے یقیں
وقت پیدائش سے تا روز وفات
بے نہایت اس کی رُوحانیتیں
معجزوں سے اس کے عاجز ہوں تمام
جمع اس میں سب ہوں اوصاف کمال
دے شہادت آسمانی ہر کتاب
انبیا کا سب کا اور پھر اس کا حال
اس سے ان کا ان سے اس کا ہو بیاں
اس کے ہر ہر وصف میں اور ذات میں
[illegible]ل نجاتِ اخروی کے سب سبق
تربیت تعلیم ظاہر میں نہ ہو
خود خدا نے اس کو بے اسباب کے
ہو یہیں کا یعنی ہو اہلِ وطن
اور چھپا بھی ہو نہ حکموں کا نزول
اور جو حکموں کی تشریحات ہوں
اور ہر ہر چیز پر ہو وہ ثبوت
سلسلہ در سلسلہ منقول ہو
ضبط و عقل و نیکی و تقویٰ میں طاق
سلسلہ ہو متصل بے اختلال
حال سب کا ایسے ہو بے اشتباہ
اور اگر ہو دین اسکا دائمی
تو ضروری ہے کہ یوں ممتاز ہو
کیونکہ اس کے معجزے ہیں تا حیات
صاف کہدے ہے خدائی یہ کتاب

حق تعالے کا عطیہ ہے یہی
حق تعالے کی ہے نازل کی ہوئی
اب کرے تحقیق اصل و حق کی عقل
کب ہوئی کس پر ہوئی کیونکر ہوئی
ہو سکے تردید کل شبہات کی
ماننا ہوگا کہ ہے وہ اِک نبی
کیسی پاکیزہ ہے اس کی کل حیات
اس میں کچھ کذب و خیانت تو نہیں
ہر مخالف اور موافق ہو گواہ
کچھ ہو پر یہ جھوٹ کہہ سکتا نہیں
ہر گنہ سے ہو منزہ اس کی ذات
پاک ہوں ہر طرح اس کی نیتیں
سر جھکا دیں ان کے آگے خاص و عام
سارے عالم میں نہ ہو اس کی مثال
یہ کہ یہ اور راہ اس کی ہے صواب
ایک ہو اِک دُوسرے کی ہو مثال
سب کریں سب کی سچائی کو عیاں
اور ہر ہر فعل ہر ہر بات میں
ہوں عمل اور علم سے روشن طبق
اور سبق دیتا ہو اہلِ علم کو
دے دیئے ہوں مرتبے ہر باب کے
جانتے ہوں جس کو سارے مرد و زن
تاکہ بے شبہہ کیا جائے قبول
وہ اسی کے صاف ملفوظات ہوں
جس سے طاری معترض پر ہو سکوت
اس کا ہر راوی بہت معقول ہو
دے چکا ہو جو گناہوں کو طلاق
اور ہو معلوم ہر راوی کا حال
ایک ایک حالت پہ ہوں وہ اک گواہ
تا قیامت ہو نہیں بیشی کمی
وہ کتاب اک مستقل اعجاز ہو
ہو ہمیشہ معجزہ حکموں کی ذات
جس کا عالم میں نہیں کوئی جواب

یعنی ہو چیلنج کوئی خاص و عام
ساری دُنیا بھر کے سب اہلِ کمال
تاکہ حشر تک نہ آ پائے جواب
خود کتاب اس کا کرے پورا بیاں
خود ہمیشہ تک رہے اسکی دلیل
اس کی ہر تعلیم آئینِ کمال
اس کا ہر قانون اوج دین ہو
اس کا ہر ہر لفظ ہو عینِ شرف
آسمانی سب کتابوں کے لیے
ایک ہوں یہ وہ اصولِ دین ہیں
گو ہوں فرعیات و جزئیات الگ
یعنی توحید و رسالت حشر و نشر
اعتقاد ذات باجملہ صفات
اور سارے انبیا اور سب رسول
اس میں بھی ایمان کے اجزا ایں
مختلف گو سب ہوں جزئیات ہیں
اعتقاد و طاعت و اخلاق پر
فعل قلب و فعل اعضا کے لئے
مختصر الفاظ اور معنی بہت
فلسفیوں کی سی دشواری نہو
انقلاب زندگی کی ہو کفیل
عشق مولا کی لگا دے دل میں دھن
سب قویٰ اور عقل بھی باطل نہو
بلکہ دنیا کو بنا دیتی ہو دین
نیکیوں کی خوب بتلائے جزا
امن عالم کے لئے ہو ذمہ دار
ہو برابر ہر غریب و ہر امیر
ساری قوموں سب گھرانوں کیلئے
لذتِ دنیا و نفسانی ہوا
پڑ گئیں دُنیا میں جو رسمیں خراب
نیک و بد کا صاف کر دے امتیاز
کفر و شرک اور ہر گناہ و رسم پہ
طاعت و اخلاق و نیک اعمال پہ

تا قیامت لائے تو ایسا کلام
مل کے لائیں اس کے اک جزو کی مثال
اس کا حق ہونا ہو بالکل بے حجاب
ہو نہ پائے پھر بناوٹ کا گماں
ہے یہ بے مثل حکم رب بے مثیل
اور ہر آئین بالکل بے مثال
عالمِ قدسی کی ہر تلقین ہو
اور پیشین گوئیاں تیر ہدف
اس میں ہوں تصدیق کے سب نظریے
اور سب یکساں ہوں اس تلقین میں
کیونکہ ہیں قومیں الگ اوقات الگ
جنت و دوزخ عذابات اور اجر
ہر کتاب اللہ جز تحریفیات
اور فرشتے الغرض یہ سب اصول
جس طرح ان سب میں بھی اجزا یہ ہیں
متفق ہوں ان کی انواعات میں
کاروبار و فتنہ و آفاق پہ
صاف ہوں قانون دُنیا کے لیے
کام کم اور فائدہ اس کا بہت
ہو ریاضت مثمر اور بھاری نہو
کر دے انساں کو فرشتوں کا مثیل
دین کے سارے لبھا دے دل میں گن
دین ہو دنیا مگر زائل نہ ہو
یاد مولا ایسی کہ دے دلنشین
اور بدیوں پر بہت سی دے سزا
ساری دنیا کو وہ دیتی ہو سنوار
سب کو یکساں اس کا ہو فیضِ کثیر
ہو وہ سارے خاندانوں کے لیے
اور ہر لہو و لعب سے دے بچا
ان کو بتلائے خطا اور ناصواب
کھول دے ہر مرضیٔ مولیٰ کا راز
دے عذابِ سخت موذی کی خبر
کھول دے اجر و رضائے حق کے در

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی کی تعلیم

از محمد شفیع عمر الدین - (میرپور خاص)

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ - (الاحزاب آیت ۲۱ کا جز)

ترجمہ :- البتہ تمہارے لئے رسول اللہؐ اچھا نمونہ ہیں۔

بنی نوع انسان کی زندگی کے ہر پہلو کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک سے اکمل ترین رہنمائی ملتی ہے۔ آیئے اسوہ حسنہ کی روشنی میں ہم زندگی کی تین اہم ترین ضروریات یعنے (۱) خوراک (۲) لباس اور (۳) جائے رہائش کے متعلق اپنا صحیح راستہ تلاش کریں۔ ان تین چیزوں کے لئے مال و دولت کی ضرورت ہے۔ اس لئے اول ذکر اس کا ہوگا۔

مال و دولت کی تقسیم

۲- آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت جمع نہیں فرماتے جو آتا بلا تاخیر تقسیم فرما دیتے۔ تاکہ حاجتمند بہرہ ور ہوں غربا کی ضروریات زندگی پوری ہو سکیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- کہ اگر میرے پاس کوہ احد کے برابر سونا ہوتا تو مجھ کو یہی بھلا معلوم ہوتا کہ تین راتیں نہ گزرتیں کہ میرے پاس اس میں کچھ باقی نہ رہتا۔ مگر اس قدر کہ جس سے قرض ادا کر سکوں۔ (بخاری کتاب الرقاق)

۳- ایک دن عصر کی نماز پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی جلدی سے کسی امہات المومنین رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ واپس تشریف لا کر فرمایا کہ میری اس عجلت نے آپ لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا ہوگا۔ (بات یہ ہے) کہ مجھے یاد آیا کہ میرے گھر میں سونے کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور مجھے یہ اچھا معلوم نہ ہوا کہ وہ ٹکڑا مجھے یاد الٰہی سے روک دینے کا موجب بنے۔ اس لئے میں نے اسے بانٹ دینے کا حکم دے دیا۔ (بخاری شریف۔ کتاب صفۃ الصلوٰۃ بروایت ابی سروعہ عقبہ بن حارث نوفلی)

۴- ایک واقعہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا جو مسجد میں رکھا گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال کو تقسیم فرمایا۔ جو آیا اسے عطا فرمایا اور تب تک نہ اٹھے۔ جب تک ایک درہم بھی باقی نہ چھوڑا۔ (بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ)

آپ سرکارؐ کی تقسیم مال کا تو یہ حال ہے کہ جو آتا تقسیم فرما دیتے اور اپنی ذاتی ضروریات کے لئے بھی کچھ نہ رکھتے۔ حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "بعض مہینہ ہم پر ایسا گزر جاتا تھا کہ ہم (چولھے میں کھانا پکانے کی غرض سے) آگ نہ جلاتے تھے۔ اور کھانا صرف کھجور اور پانی تھا...."

(مشکوٰۃ شریف کتاب الاطعمہ)

۶- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی میراث کے متعلق بھی فرما دیا تھا۔ کہ "میرے وارث ایک دینار برابر بھی نہ بانٹیں گے۔ جو ورثہ چھوڑوں وہ بیبیوں کا خرچ اور عامل کی تنخواہ کے سوا باقی سب صدقہ ہے۔ (بخاری)

پیغمبروںؑ کے مال میں وراثت جاری نہیں۔ کیونکہ ان حضراتؑ کا سارا کام اللہ تعالےٰ کے لئے ہوتا ہے۔ اور وہ اجر کے طلب گار صرف اللہ تعالیٰ سے ہوتے ہیں۔

۷- اپنی ذات کے لئے آپ سرکار کچھ نہیں چاہتے۔ مگر مسلمانوں کی بھلائی و بہبودی کے بڑے خواہاں ہیں اگر کوئی مسلمان مقروض مر جاتا۔ اور اس کا ترکہ اس کے قرض کا کفیل نہ ہو سکتا۔ تو اس کا قرض اپنے ذمہ لے لیتے۔ لیکن اگر کوئی مالدار مر جاتا تو وہ اس کے وارثوں کے لئے چھوڑ دیتے (بخاری شریف کتاب الفرائض بروایت ابوہریرہؓ)

۸- وہ لوگ جو مال و دھن کے جمع کرنے میں اس قدر منہمک ہو جاتے ہیں کہ حلال و حرام کی حدود سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں۔ ادائیگی فریضہ زکوٰۃ تک سے بھی غفلت برتتے ہیں۔ حقداروں کے حقوق بھول جاتے ہیں۔ انہیں اس اسوۂ حسنہ سے سبق آموز ہونا چاہیئے۔ دنیا برتنے کی چیز ہے۔ تارک حقوق بن کر جمع کرنے کی چیز نہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ آدمی کو اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ اس نے یہ کمائی حلال طریقہ سے کی ہے یا حرام ذریعہ سے (بخاری شریف کتاب البیوع) اس حدیث پاک کے آئینہ میں ہمیں اپنی صورت پر نظر ڈالنی چاہیئے۔

خورد و نوش میں سادگی

۱۰- سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لذیذ کھانوں سے سروکار نہیں رکھا۔ خورد و نوش میں سادگی اس قدر تھی۔ کہ آپ نے چپاتی نہیں کھائی۔ (مشکوٰۃ) بن چھنے آٹے کی روٹی تناول فرماتے۔ (مشکوٰۃ) کسی کھانے کو بُرا نہیں کہا۔ خواہش ہوتی تو تناول فرما لیتے۔ ورنہ چھوڑ دیتے (مشکوٰۃ) تکیہ لگا کر تناول نہ فرماتے (مشکوٰۃ)

۱۱- ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ اور دریافت فرمایا کوئی کھانے کی چیز ہے۔ آپ نے عرض کیا۔ خشک روٹی اور سرکہ کے سوا کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہی لے آؤ۔ وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس میں سرکہ ہو۔ (مشکوٰۃ) یعنے سرکہ سالن کا نعم البدل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اچار کو سرکہ کی بجائے سالن کا نعم البدل فرماتے ہیں۔ جو ہمارے ملک میں عموماً ہر گھر میں موجود رہتا ہے۔

۱۲- خورد و نوش کی سادگی کا پرتو دعوتوں میں بھی ظاہر ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک درزیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور آپؐ کی دعوت کی۔ میں بھی حضورؐ کے ساتھ دعوت میں گیا۔ میزبان نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے روٹی اور کچھ شوربا رکھا۔ جس میں کدو اور خشک گوشت پڑا تھا (بخاری کتاب البیوع)

۱۳۔ زمانہ حال کے میزبانوں کو پُر تکلف دعوتوں سے ہٹ کر حتی الوسع سادگی کو اپنا شعار بنانا چاہیئے۔ اور مہمانوں کو سادہ غذا کھا کر بھی حمد الٰہی بجا لانی چاہیئے اور طعام یا صاحب طعام پر کسی قسم کی نکتہ چینی نہ کرنی چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندے کو اس حال میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک لقمہ کھائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے۔ یا ایک گھونٹ پیئے اور حمد الٰہی بجا لائے۔" (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم بروایت حضرت انسؓ)

لباس میں سادگی

۱۴۔ آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سادہ اور پیوند لگا ہوا لباس استعمال فرماتے اور لباس فاخرہ سے اجتناب فرماتے البتہ صفائی اور پاکی لباس کا معیار تھا۔

۱۵۔ ایک شخص کو میلے کپڑوں سے دیکھا تو فرمایا۔ کیا اسے وہ چیز نہیں ملتی جس سے کپڑے دھو ڈالے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ احمد نسائی بروایت جابرؓ)

۱۶۔ فرمایا اس وقت تک کپڑے کو پُرانا سمجھ کر مت پھینکو، جب تک اس میں پیوند لگ سکیں (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی بروایت حضرت عائشہؓ)

۱۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹا تہ بند نکال کر دکھایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے وقت بھی دو کپڑے پہنے ہوئے تھے (مشکوٰۃ)

۱۸۔ مردوں کو ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا۔ فرمایا دُنیا میں وہ شخص ریشم پہنتا ہے۔ جس کا آخرت میں حصہ نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ بروایت ابن عمرؓ)

۱۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ایک منقش سیاہ لوئی اوڑھ کر نماز پڑھی۔ دَوران نماز اس کے نقوش پر نظر مبارک پڑ گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ یہ منقش لوئی لے جا کر ابو جہمؓ کو دے دو۔ اس نے مجھے نماز سے غافل کر دیا تھا اور ابو جہمؓ کا موٹا کمبل مجھے لا دو۔ (بخاری کتاب اللباس عن عائشہؓ)

۲۰۔ ایک ریشمی قباء ہدیہ کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ آپ نے اسے پہن کر نماز پڑھی۔ لیکن نماز کے بعد بُرا سمجھ کر زور سے اُتار ڈالا اور فرمایا پرہیزگاروں کے لیئے یہ مناسب نہیں ہے۔ (بخاری۔ کتاب اللباس۔ بروایت عقبہ بن عامرؓ)

۲۱۔ ایلا کے ایام میں جب حضرت عُمرؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ سرکارؐ ایک بوریئے پر لیٹے ہوئے ہیں۔ پہلو مبارک پر اس کے نشان پڑ گئے ہیں۔ ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کا پوست بھرا ہوا تھا سر مبارک کے نیچے رکھا تھا۔ (بخاری کتاب اللباس)

۲۲۔ آپ سرکارؐ رات کو چٹائی کھڑی کرکے حجرہ تہا بنا کے نماز پڑھتے تھے۔ اور دن کو اس چٹائی پر بیٹھا کرتے تھے (بخاری۔ کتاب اللباس بروایت حضرت عائشہؓ)

۲۳۔ بچھونا آپؐ سرکار کا چمڑے کا تھا اور اس کے اندر کھجور کا پوست بھرا ہوا تھا۔ (بخاری کتاب الرقاق)

۲۴۔ ہمیں بھی لباس میں سادگی اختیار کرنی چاہیئے۔ اور متکبرانہ ملبوسات کے قریب نہ جانا چاہیئے۔ آپ سرکارؐ نے فرمایا ایک شخص بالوں میں کنگھی کئے ہوئے عمدہ پوشاک پہنے اپنے بدن کی سجاوٹ دیکھ کر اتراتا ہوا جا رہا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا۔ اور وہ قیامت تک زمین کے اندر ٹکریں کھاتا دھنستا چلا جائے گا۔ (بخاری کتاب اللباس عن حضرت ابو ہریرہؓ)

گھر میں سادگی

۲۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے حضرت عائشہؓ نے ایک تصویر دار پردہ گھر کے دروازہ پر لٹکا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو پھاڑ ڈالا۔ (بخاری کتاب اللباس)

۲۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے تصویروں والا ایک گدّہ خریدا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اُسے دیکھ کر) اندر نہ آئے اور دروازہ ہی پر کھڑے رہے۔ میں نے عرض کیا مجھ سے جو قصور ہو گیا ہو۔ میں اس سے توبہ کرتی ہوں۔ فرمایا یہ گدّہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا حضورؐ کے بیٹھنے اور تکیہ لگانے کے لئے اسے خریدا ہے۔ فرمایا ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جو چیز تم نے بنائی ہے۔ اسے زندہ بھی کرو۔ جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں۔ اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (بخاری کتاب اللباس)

۲۷۔ ہمیں اس اسوہ حسنہ سے سبق لینا چاہیئے۔ منقش پردوں اور تصاویر وغیرہ پر سرمایہ برباد کرکے گھروں کو زینت دینے کی شریعت میں ہرگز گنجائش نہیں۔ فضولیات اور لغویات سے دُور رہنا چاہیئے۔

۲۸۔ حدیث میں وارد ہے۔ "انسان کے اسلام درست و صحیح ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دے"۔ (از گناہ بے لذت مفتی مولینا محمد شفیع صاحب بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ عن ابی ہریرہؓ)

بِرو خواجہ کوتاہ کن دست آز
چہ می بائدت ز آستین دراز
(سعدیؒ)

انسان روح اور جسم دو چیزوں سے مرکب ہے

از جناب مولینا محمد سعید صاحب بانی مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن ڈونگہ بونگہ ضلع بہاولنگر

گذشتہ سے پیوستہ

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو خدام الدین مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۷ء

جس زمانے میں لوگ علماء (حق) کا اتباع چھوڑ دیں گے۔ اور ان کو بنظر حقارت دیکھیں گے۔ تو اس وقت فاسق فاجر لوگ قوم کے سردار سمجھے جاویں گے اور کمینے لوگ قوم کے سیاہ و سفید کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور شریر انسان کے شر سے محفوظ رہنے کے خوف سے اس کو اعزاز دیا جائے گا۔ شراب بکثرت پی جائے گی اور سلف صالحین امت کو گالی گلوچ لعن طعن اور تبرّا سے یاد کیا جائے گا۔ کساد بازاری (بیروزگاری) عام ہوگی۔ زنا کی کثرت ہوگی۔ غیبت پھیل جائے گی۔ مالداروں کی کثرت ہوگی۔ منکرات (بےحیائی اور فحاشی) کا غلبہ ہوگا۔ تعمیرات کی کثرت ہوگی۔ فحش گوئی بد خلقی۔ پڑوسیوں اور ہم نشینوں سے بد سلوکی عام ہو جائیگی احادیث نبوی سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جس دور میں مذکورہ برائیاں عام رواج پا جائیں گی۔ اس وقت سرخ آندھی۔ زلزلہ۔ زمین میں دھنسنے اور صورتیں مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کا انتظار کیا جاوے۔ اللہ تعالے نے نہایت واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَمَا لَکُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝ (سورہ شوریٰ ع ۴ پ ۲۵)

ترجمہ:- اور تم پر جو مصیبت آتی ہے۔ وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیئے ہوئے کاموں سے آتی ہے۔ اور وہ (اللہ) بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے اور تم زمین میں عاجز کرنے والے نہیں اور سوائے اللہ کے نہ تو کوئی تمہارا کارساز ہے۔ اور نہ ہی کوئی مددگار۔

اس قسم کی بیسیوں آیات قرآنِ مجید میں ملتی ہیں کہ عذاب الہی کی اصل وجہ لوگوں کے اعمال ہی ہوتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم نے علماء کی صحبت ترک کی۔ ان کو ذلیل سمجھ کر فائدہ حاصل نہ کیا بلکہ اُن سے دور ہی دور ہوتے گئے۔ یہ در اصل انگریز کی سیاست تھی۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ انگریز جانتا تھا کہ اگر علماء کا وقار قائم رہا تو مسلمانوں پر حکومت کرنی محال ہے۔ اس واسطے اس بدقماش نے علماء کو بدنام کیا۔ ذلیل کیا۔ طرح طرح کی سزائیں دیں۔ اسلامی ادارے اور اوقاف بند کر دیئے علماء حق کو تختۂ دار پر لٹکایا اور جو اس کی سزا سے بچ گیا۔ اُسے یہ فکر لاحق ہوئی کہ قرآن و حدیث کی کس طرح حفاظت کی جائے۔ بالآخر ان مظلوم علماء حق نے جان و مال اور عزت و آبرو کی قربانی دے کر قرآن و حدیث کی اشاعت اس طرح جاری رکھی کہ لوگوں کی زکواۃ اور خیرات پر بسر اوقات کی۔ عیسائیت اور ارتداد کے سیلاب سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے دینی ادارے جاری رکھے کہ آج انہی کی برکت سے ہم سب میں کچھ دینی تڑپ اور جذبہ محفوظ ہے۔

ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ دریا گھاگرا میں طغیانی آئی۔ کئی بستیاں تباہ و برباد ہو کر سیلاب میں بہ گئیں۔ اوٹو کے پُل پر سے رسے ڈال دیئے گئے اور ہر بہنے والے کو پکار پکار کر کہا جاتا۔ کہ جو بھی زندہ ہے۔ رسّہ پکڑ لے۔ اور پھر اس کو اوپر کھینچ لیا جاتا۔ اتفاق سے ایک عورت اپنے بچّہ کو سینے سے لپٹائے زندہ بہتی آ رہی تھی حسب دستور رسّہ ڈالا گیا۔ اس عورت نے ایک ہاتھ سے رسّہ پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے بچہ کو سینہ سے لگا کر قابو کر رکھا تھا۔ اس اثنا میں جبکہ اُسے اوپر کھینچا جا رہا تھا تو ہاتھ کمزور پڑ گیا۔ اور بچہ چھوٹ کر سیلاب کی لہروں میں بہنے لگا۔ اس صدمہ سے اُس نے دُوسرا ہاتھ بھی خود بخود چھوڑ دیا کہ جب بچہ ہی نہ رہا تو میں جی کر کیا کروں گی۔ بعینہٖ اسی طرح جب علمائے کرام نے علوم دین کا چراغ ٹمٹماتے دیکھا تو دنیوی عزت و آبرو اور مال و دولت کا رسّہ خود ہی ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ اور قرآن و حدیث کی درس و تدریس میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ کیا یہ لوگ مروجہ انگریزی علوم و جدید فنون سیکھ کر تھانیدار۔ تحصیلدار۔ جج۔ بیرسٹر۔ کلکٹر یا کمشنر نہ بن سکتے تھے؟ بن سکتے تھے اور ضرور بن سکتے تھے۔ مگر اس وقت قرآن و حدیث و تبلیغ دین کی سعادت کیسے نصیب ہوتی؟ ہماری اکثریت نے انگریزی علوم و فنون حاصل کیئے۔ اور حکومت برطانیہ کی مشینری کے کل پرزے بنے۔ ملازمت تجارت اور جاگیرداری کے علاوہ سر اور صاحب بہادر بنے۔ علاّمہ اکبر الہ آبادی کیا خوب فرما گئے ہیں ؎

کیا کہیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
بی اے ہوئے نوکر ہوئے پنشن ملی پھر مر گئے
انھوں نے دین کب سیکھا ہے جا کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں
(اکبر الہ آبادی)

اور ادھر دین نبی کی میراث سنبھالنے والوں کا یہ حشر کہ انھوں نے طرح طرح کے مظالم برداشت کیئے۔ مگر قرآن و حدیث کے دامن کو نہ چھوڑا سبحان اللہ قربان جایئے اُن کے صبر و استقلال پر۔ اللہ تعالے اُن بزرگان نیک طینت کے خلوص کے صدقے ہم سب مسلمانوں کو موجودہ بے دینی کے سیلاب سے بچائیے اور ہمیں اپنے اسلاف کے شاندار کارناموں پر تدبر و تفکر اور اتباع کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

علمائے حق کی عزّت کرنا۔ ان کا اتباع کرنا ہم سب پر واجب ہے۔ اگر ان سے بوجہ عناد یا بغض دُور رہے تو روحانی امراض سے نجات تو درکنار بلکہ ہلاکت و تباہی کا زبردست خطرہ ہے ہماری تباہی کا اصلی سبب علماء حق سے بدگمانی ہے۔ یہی تو ہماری روحانی بیماریوں کے معالج ہیں اور انہیں سے ہم بغض رکھ کر دور رہیں تو علاج کیسے ہوگا اور شفا کیسے ہوگی۔ میں نے

اکثر محفلوں میں دیکھا ہے کہ جو بھی کہیں کفتگو کرتا ہے۔ وہ یہی کہتا ہے کہ مولویوں نے تباہ کر دیا ہے۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ان کا آپس میں اتفاق نہیں جن کا آپس میں اتفاق نہ ہو ان کی بات کیوں تسلیم کی جائے۔

افسوس روحانی امراض کے معالجوں کے اختلاف پر تو اتنا رنج۔ مگر جسمانی معالجوں کے اختلاف پر کبھی سرسری نظر بھی نہیں ڈالی جاتی۔ ایک ہی مرض کے لئے یونانی حکیم ڈاکٹر ایلوپیتھی اور ہومیو پیتھک والوں کا علیحدہ علیحدہ طریق علاج ہے یہی نہیں۔ بلکہ پرہیز میں بھی اختلاف ہے۔ اتنے شدید اختلاف کے باوجود حکیموں ڈاکٹروں کی دکانوں پر مریضوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ کبھی کسی مریض نے ان کے اختلاف پر علاج میں سستی نہیں کی۔ مگر علماء کے اختلاف کو اتنا ابھارا جاتا ہے کہ ایک مولوی کی جھوٹی سچی بدنامی سن کر سب سے بدظن ہو گئے۔ در اصل بات یہ ہے کہ ہمارے قلوب کے اندر دنیا کی محبت پیوست ہو گئی ہے۔ اور امراض روحانی کا احساس نہیں رہا۔ اگر ان کا احساس ہوتا۔ تو روحانی معالجوں کی تلاش میں خوب تگ و دو کرتے۔ افسوس ہے کہ اکثریت کے قلوب مسخ ہو گئے ہیں۔ اب انہیں کیسے یقین آئے۔ یہ یاد رکھئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ اس وقت کسی آدمی کو میدان محشر سے نہ ہٹایا جائیگا جب تک کہ وہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دے گا۔

۱۔ عمر کہاں خرچ کی؟
۲۔ خصوصاً جوانی کہاں گنوائی؟
۳۔ مال کس طریق سے کمایا؟
۴۔ اور کہاں پر خرچ کیا؟
۵۔ جو علم حاصل کیا تھا۔ اس پر کیا عمل کیا؟

ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ ان پانچ سوالوں کے جواب کی تیاری دنیا سے کر کے جائے۔ اللہ تعالٰے کی بارگاہ میں نہ کسی کی دولت۔ نہ خاندانی وجاہت اور نہ جھوٹی گواہی کچھ کام آئے گی۔

مسلمانو!

اسلام کو پوری طرح اپنا لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ٥

(سورہ البقرہ رکوع ۲۵ پ ۲)

ترجمہ:۔ (اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ کیونکہ وہ تمہارا صریح (کھلا) دشمن ہے)

اب آپ ہی سوچئے کہ اللہ تعالٰے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول کے نائبوں (علماء کرام) سے وابستگی انسان کیلئے کتنی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ چیز سمجھانے کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کروڑوں علماء کرام پیدا کئے۔ اللہ تعالٰے کو اپنے بندوں کے ساتھ جو محبت اور شفقت ہے۔ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالٰے چاہتا ہے۔ کہ انسان اپنی دنیوی زندگی کو آخرت کی ابدالآباد کی زندگی پر قربان کر دے تاکہ وہاں عیش و آرام کی دائمی زندگی بسر کر سکے۔ مگر نادان انسان یہ کہتے ہیں کہ ؎

یہ جہان مٹھا اور اگلا جگ کس نے ڈٹھا
(پنجابی)

اسی مغالطہ کو دور کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔ اب علمائے کرام اور مشائخ عظام اسی کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے امراض روحانی کا کماحقہٗ علاج ہو جائے اور یہ شفا یاب ہو کر قبر اور حشر میں جائیں۔

انسان دو چیزوں کا مرکب ہے۔ روح اور جسم۔ حقیقت میں انسان روح کا نام ہے اور یہ عقدہ مرنے کے بعد حل ہوتا ہے۔ جسم زمین کی پیداوار ہے اور روح کو آسمان سے لا کر اس جسم کے پنجرہ میں قید کیا گیا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب شیر کو چڑیا گھر میں قید کیا جاتا ہے تو اس کی غذا (گوشت) اس کو وہاں پہنچائی جاتی ہے اسی طرح روح کے لئے آسمان سے ذکر الٰہی کا پروگرام (قرآن مجید) میں نازل کیا گیا۔

جس طرح جسم کی طاقت کو بحال رکھنے کے لئے غذا کی ضرورت ہے اور اگر یہ بیمار ہو جائے تو علاج ضروری ہے۔ اسی طرح روح کے لئے ذکر الٰہی کی غذا اور امراض روحانی کا علاج ضروری ہے۔ اللہ تعالٰے ہم سب مسلمانوں کو قرآن مجید میں غور و فکر کرنے اور اسکے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔

بقیہ خطبہ صفحہ ۶ سے آگے:۔

ترجمہ:۔ ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نیک اور بد ہمنشین کی مثال ایسی ہے۔ جس طرح ایک کے پاس کستوری (مشک) ہو اور دوسرا لوہار کی بھٹی کی کھال پھونکنے والا ہو۔ کستوری والا یا تمہیں عطیے کے طور پر دے گا اور یا تو اس سے خرید کرے گا۔ اور یا اس سے عمدہ خوشبو تمہیں آئے گی۔ (یعنی اس نیک آدمی کی صحبت سے اگر کوئی فیض یا نعمت نصیب نہ بھی ہوئی تو یہ بھی کافی ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے سے کوئی گناہ تو نہیں ہوا۔ اور وہ وقت گناہوں سے پاک رہ کر گزرے گا) اور لوہار کی بھٹی کی کھال پھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا اور یا تمہیں بدبو تو آئے گی۔ (یعنی برا ہمنشین یا تو تمہیں نقصان پہنچائے گا۔ اور تیرے وقت کو ضائع کرے گا۔ اور تمہارے تقوے کے لباس کو جلا دیگا اگر یہ نہ بھی ہوا تو اس کی باتوں سے طبیعت کا مکدر ہونا اور روح پر برا اثر پڑنا یہ کون سا تھوڑا نقصان ہے)۔

نتیجہ

میرے بھائیو اور بہنو! آپ نے دیکھا کہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ہم مسلمانوں کو نیکوں کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ اور بے دینوں کی صحبت سے کنارہ کشی کا حکم دیا ہے۔ وما علینا الا البلاغ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم٥

دعائے صحت:۔ استاذیم حضرت مولانا مفتی محمد بخش صاحب خطیب میلسی قطب عرصہ ایک ماہ سے درد ربح میں مبتلا ہیں۔ قارئین کرام بعد از نماز پنجگانہ خلوص سے دعائے صحت کریں کہ اللہ تعالٰے ان کو شفائے کاملہ عطا فرمائے۔

محمد عبدالواحد عابد نیوز ایجنٹ میلسی

مسئلہ زکوٰۃ اور دینی مدارس ۲

از قلم حضرت مولینا محمد یوسف صاحب مفتی دار الافتاء دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اصحاب صفہ

۵۔ اصحاب صفہؓ کون تھے۔ کیا کام کرتے تھے، ان کی حالت کیا تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے بارے میں مسلمانوں کو کیا احکامات ملے تھے؟ ان تمام سوالوں کے جوابات مختصراً سطور مندرجہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

اصحاب صفہؓ دنیائے اسلام کی سب سے بڑی اور اعلیٰ روحانی تربیت گاہ اور بہترین مرکز علمی "صفہ" کے تین چار سو مصروف تعلیم طلبہ اور سند یافتہ فضلاء تھے جو خود سید الکونین معلم الثقلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے براہِ راست شاگرد رشید اور آپؐ ہی سے اکتساب فیض میں ہمہ وقت مشغول اور اسلام کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو ہمہ تن وقف کئے ہوئے تھے۔ رات دن علوم وحی کی تحصیل میں مصروف تھے۔ اپنا سارا وقت دینی تعلیم اور ملّی خدمات میں صرف کر دینے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہے تھے کہ اپنی معاش کے لئے کوئی جدو جہد کر سکیں، گھر بار چھوڑ کر مدینے آ گئے تھے۔ حضورؐ کی صحبت میں رہ کر ہر وقت خدمت کے لئے حاضر تھے۔

گویا یہ صرف علوم دینیہ کے طالب علم ہی نہ تھے۔ بلکہ دینی رضا کاروں کا ایک جتھا بھی تھا۔ جس مہم پر حضورؐ چاہتے انہیں بھیج دیتے تھے اور جب مدینہ سے باہر کوئی کام نہ ہوتا۔ اس وقت یہ مدینے ہی میں رہ کر علم دین حاصل کرکے دوسرے بندگان خدا کو اس کی تعلیم دیتے رہتے تھے۔ چونکہ یہ حضرات علوم دینیہ اور دوسری قسم کی دینی خدمات کیلئے پورا وقت دینے والے کارکن تھے۔ اس لئے عام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی کہ خاص طور پر ان کی مدد کی جائے۔ ان کی مدد کرنا انفاق فی سبیل اللہ کا بہترین مصرف اور سعادت دارین حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے جن الفاظ قرآنی میں عام مسلمانوں سے ان کی امداد کے لئے اپیل کی گئی ہے وہ درج ذیل ہیں:۔

للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبهم الجاهل اغنیاء من التعفف تعرفهم بسیماهم لا یسئلون الناس الحافا، وما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم (البقرۃ)

خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگدست لوگ (اصحاب صفہؓ) ہیں جو (علم دین اور جہاد کے لئے) راہ خدا میں ایسے رکے ہوئے ہیں، کہ اپنی ذاتی کسب معاش کے لئے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے۔ ان کی خود داری دیکھ کر ناواقف آدمی یہ گمان کرتا ہے کہ یہ غنی اور خوشحال ہیں۔ تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو۔ مگر وہ ایسے لوگ نہیں۔ کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں۔ ان کی اعانت میں جو کچھ تم مال خرچ کروگے۔ وہ اللہ تعالےٰ سے پوشیدہ نہیں"۔

عبداللہ ابن عباسؓ اور محمدؒ بن کعب قرضی سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں جو کچھ منقول ہے۔ اس کی رو سے آیت کا مصداق "اصحاب صفہؓ" ہیں۔ علامہ سید آلوسیؒ حنفی، اور دوسرے بہت سے آئمہ تفسیر نے اس کی تصریح کی ہے۔ کہ آیت کا مصداق اصحاب صفہؓ ہی ہیں۔ طوالت سے بچتے ہوئے صرف روح المعانی کا ایک حوالہ درج کیا جا رہا ہے۔

وهم اهل الصفة، قال ابن عباسؓ و محمد بن کعب القرضیؒ کانوا نحوا من ثلثمائة و یزیدون و ینقصون من فقراء المهاجرین یسکنون سقیفة المسجد یستغرقون اوقاتهم بالتعلم والجهاد وکانوا یخرجون فی کل سریة یبعثها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آلوسی ج ۳ ص۴۴۔ "یہ لوگ ابن عباسؓ اور محمد بن کعب کے قول کے مطابق اہل صفہ ہی ہیں جو کمی بیشی کے ساتھ تقریباً تین سو فقراء مہاجرین تھے، اور مسجد نبوی کے ایک چبوترے میں رہ کر اپنے سارے اوقات کو خدمت جہاد اور علم دین حاصل کرنے کے لئے وقف کئے ہوئے تھے۔ کسی مہم پر جس سریہ کو حضورؐ بھیج دیتے یہ لوگ اس میں شامل ہو کر جہاد کے لئے جاتے تھے"۔

آیت کریمہ کا نزول اگرچہ اہل صفہ ہی میں ہوا ہے۔ مگر الفاظ عام ہیں۔ اس بناء پر اس کے عموم میں تمام وہی لوگ داخل ہوں گے۔ جو علوم دینیہ کی تحصیل میں مشغول اور مصروف ہوں، متاخرین میں سے حکیم الامۃ حضرت مولانا تھانویؒ کی رائے یہی ہے اور اسی خیال کو حضرت مولینا شبیر احمد صاحب مرحوم نے بھی اس آیت کے تحت ظاہر فرما لیا ہے "کہ فی زماننا اس آیت کریمہ کا مصداق سب سے زیادہ وہی لوگ ہیں جو علوم دینیہ کی تحصیل و اشاعت میں مشغول ہیں۔ آج بھی جو کوئی حفظ قرآن یا علم دین میں مشغول ہو، تو لوگوں پر لازم ہے کہ ان کی مدد کریں"۔

ایک حدیث

اس مضمون کی ایک حدیث اور بھی نقل کی جاتی ہے جو بارگاہ رسالت سے علم دین کے عام طلبہ کے ساتھ امداد اور بھلائی کے بارے میں ارشاد فرمائی گئی ہے۔ تاکہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو کر سامنے آئے۔

عن ابی سعیدؓ الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس لکم تبع وان رجالا یاتونکم من اقطار الارض یتفقهون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بهم خیرا۔ رواہ الترمذی۔ ج ۲ ص۸۹

امام ترمذیؒ نے ابوسعید خدریؓ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک دفعہ صحابہؓ کو مخاطب کرکے فرمایا۔ (تم دین میں امت کے پیشوا اور) وہ آپ کے پیرو ہیں) زمین کے مختلف اطراف سے لوگ بکثرت تمہارے پاس علم دین سیکھنے کی غرض سے آتے رہیں گے۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو میں تم کو ان کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں تم میری وصیت پر عمل کرکے ان کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا"۔ (ترمذی ج۲ ص۸۹ باب ماجاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم)

مندرجہ بالا حکم قرآنی کا منشاء اور

مفہوم کو اگر حضورؐ کے اس ارشاد کی روشنی میں دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی اپیل کسی مخصوص طبقے اور خاص وقت اور زمانے کے لئے مخصوص نہیں تھی۔ بلکہ تا قیامت ہر زمانے میں ہر اس طبقے کے لئے عام ہے جو اصحابؓ صفہ کی طرح علم دین حاصل کرنے میں مشغول اور مصروف ہوں۔

مذکورہ بالا تصریحات کا ماحصل

قرآن و حدیث کے اس متفقہ فیصلے سے نیز مندرجہ بالا تصریحات سے بآسانی اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک علوم دینیہ میں مشغول طلبہؒ اور اہل علم کا مقام کیا ہے۔ نیز دینی مدارس اور ان کے مصروفِ تعلیم طلبہ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی صحیح نوعیت کیا ہونی چاہیئے۔ اسی طرح اس امر میں بھی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہتی ہے کہ دینی مدارس کے طلبہ انفاق کا بہترین مصرف ہیں یا نہیں ہیں۔ ان چند تمہیدی باتوں کو ذہن نشین کرنے کے بعد ذیل میں وہ سوالنامہ درج کیا جاتا ہے۔ جس میں چند وہ سوالات ذکر کئے گئے ہیں جو **دارالعلوم حقانیہ** کے دارالافتاء میں وقتاً فوقتاً اس مسئلہ کے ساتھ متعلقہ امور کے بارے میں موصول ہوتے رہے ہیں اور جن کے اکثر کے جوابات بھی دیئے جا چکے ہیں

سوالنامہ قسط دوم

زکوٰۃ اور دینی مدارس :- سوال ۱

کیا دینی مدارس اور مذہبی اداروں کے سفراء کے پاس جب مقدار نصاب کی رقم جمع ہو جائے تو پھر ان کو مزید رقم زکوٰۃ وصول کرنے کا حق شرعاً ہے یا نہیں؟ اسی طرح مہتممین مدارس کے پاس خزانے میں بھی جب مقدار نصاب کی رقم محفوظ ہو تو وہ مزید رقم زکوٰۃ لے سکتے ہیں یا نہیں؟

بعض علماء کا خیال ہے کہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں مزید رقم زکوٰۃ لینا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ استدلال میں یہ پیش کرتے ہیں۔ کہ سفراء اور مہتممین فقراء طلبہ کے وکیل ہیں ان کا قبض درحقیقت فقراء طلبہ کا قبض ہے۔ اور کسی فقیر کو جب مقدار نصاب کی رقم مل جائے تو اس پر غنی ہونے کی وجہ سے وہ مزید رقم زکوٰۃ لینے کا شرعاً مجاز نہیں ہے۔ لہٰذا سفراءؔ اور مہتممین کے پاس بھی جب یہ رقم جمع ہو تو ان کو بھی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق شرعاً نہ ہوگا۔ اس خیال اور استدلال دونوں پر روشنی ڈالی جائے کہ یہ کہاں تک صحیح ہیں؟

الجواب ۱: ۔ ہمارے نزدیک دینی مدارس کے سفراء یا مہتمین، خواہ ان کے پاس کروڑوں روپے جمع کیوں نہ ہوں۔ ہر حالت میں اس غرض سے رقم زکوٰۃ لے سکتے ہیں کہ اس کو فقراء طلبہ یا کارکنوں پر جائز طریقہ سے خرچ کیا جائے۔ یہی حکم تمام ان دینی جماعتوں اور تنظیموں کا ہے، جو دین اسلام کی خدمت کے لئے قائم ہوئی ہوں۔

۲ جس دلیل کی بنا پر بعض علماء نے اپنا خیال اس کے برخلاف ظاہر کیا ہے۔ وہ خیال بھی ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور استدلال بھی درست نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ فقہ حنفی کی رو سے وکیل فقیر کا قبض خود فقیر کا قبضہ شمار کیا گیا ہے۔ اسی طرح فقیر خود یا اس کا وکیل جب غنی بن جائے تو پھر وہ شرعاً مزید رقم زکوٰۃ نہیں لے سکتا ہے۔ لیکن دینی اداروں کے سفراء اور منتظمین پر یہ حکم اس وقت منطبق ہو جاتا کہ یہ لوگ یا فقراء طلبہ کے وکیل ہوتے یا ارباب الاموال ان کو اس خیال سے زکوٰۃ دے دیتے کہ یہ خود زکوٰۃ کا مصرف اور مستحق ہیں۔ مگر یہاں یہ دونوں چیزیں موجود نہیں ہیں۔ نہ سفراء و منتظمین طلبہ کے وکیل ہیں۔ نہ ارباب الاموال ان کو اس خیال سے زکوٰۃ دے دیتے ہیں۔ کہ یہ خود زکوٰۃ کے مستحق اور مصرف ہیں وکیل اس لئے نہیں ہیں کہ طلبہ کی جانب سے مدارس کے کارکنوں اور منتظمین کو اموال زکوٰۃ قبض کرنے کا امر نہیں ہے اور نہ ان کا تقرر اس کام کے لئے طلبہ کی جانب سے عمل میں لایا گیا ہے اور امر کے بغیر توکیل نہیں متحقق ہو سکتی ہے۔ چنانچہ فتح القدیر کے آئیندہ ایک حوالہ سے یہ ثابت ہو جائیگا،

اسی طرح مالدار لوگ جب ان کو مال زکوٰۃ دیتے ہیں تو یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ان کے پیش نظر یہ امر قطعاً نہیں ہوتا ہے کہ یہ سفراء خود مصرف زکوٰۃ ہیں بلکہ امر واقعی کی حیثیت سے حقیقت یہ ہے کہ ان سفراء کو مال دار لوگ اپنا مال زکوٰۃ صرف اس غرض سے دیتے ہیں۔ کہ ان کی وساطت سے رقوم زکوٰۃ ادارے کے بیت المال میں جمع ہو کر ادارے کے نادار طبقہ پر یا دوسرے دیگر مصارف میں جائز صورت سے خرچ کیا جائے تو جب یہ خود نہ مصرف بنے اور نہ طلبہ کے وکیل۔ بلکہ درحقیقت وکیل ارباب الاموال ہی کے ہیں تو جتنا بھی مال زکوٰۃ ان کے پاس جمع ہو۔ یا پہلے سے خزانے اور بیت المال میں موجود ہو۔ بہر حال یہ مزید رقم زکوٰۃ لینے سے مانع نہیں ہے۔ کیونکہ فی الحقیقت یہ سب جمع کیا ہوا مال زکوٰۃ مالداروں کی ملک ہے۔ جو ادارے کے خزانے میں صرف اس غرض کے لئے جمع کیا گیا ہے کہ طلبۂ علوم دینیہ پر بطور تملیک صحیح طریقہ پر خرچ کیا جائے۔ ایسی حالت میں ان کے پاس جتنی بھی رقوم جمع ہو جائیں۔ مندرجہ ذیل مسئلہ کی رو سے مزید رقم زکوٰۃ لینے میں مانع نہیں ہیں۔

(مسئلہ)

قوم دفعوا الزکوٰۃ الی من یجمعها الفقیر فاجتمع عند الاخذ اکثر من مائتین فان کان (الاخذ) جمعه له بامره قالوا کل من دفع قبل ان یبلغ مافی یدہ (ای الاخذ) مائتین جازت زکوٰۃ ومن دفع بعدہ لا تجزء فان کان بغیر امرہ (ای الفقیر) جاز الکل مطلقا لان فی الاول هو وکیل عن الفقیر فما اجتمع عندہ یملکہ وفی الثانی وکیل الدافعین فما اجتمع عندہ ملکهم اھ فتح القدیر ج ۲ ص ۲۱۵

ترجمہ ۔ کسی قوم نے ایک شخص کے پاس مال زکوٰۃ اس غرض کے لئے جمع کر دیا کہ فقراء پر خرچ کیا جائے۔ اس طرح اس شخص کے پاس مقدار نصاب سے زائد رقم جمع ہو گئی تو علماء یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر اس نے یہ مال زکوٰۃ فقیر کے امر سے جمع کر دیا ہو۔ تب تو زکوٰۃ صرف ان لوگوں کی ہو جائے گی جنہوں نے اپنا مال زکوٰۃ اس کو ایسی حالت میں دیا ہو کہ ابھی اس کے پاس مقدار نصاب کی رقم جمع نہ ہوئی ہو۔ اس کے بعد کی دی ہوئی زکوٰۃ درست نہ ہوگی۔ لیکن اگر اس شخص نے یہ مال امر فقیر کے بغیر جمع کیا ہو تو سب کی زکوٰۃ درست ہوگی خواہ مقدار نصاب تک رقم پہنچنے سے پہلے کی دی ہوئی ہو۔ یا بعد کی دی ہوئی ہو

اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں یہ شخص وکیل عن الفقیر ہے۔ جو بھی مال اس کے پاس جمع ہو جائے۔ فقیر اس کا مالک ہوگا (تو جو زکوٰۃ مقدار نصاب جمع ہونے کے بعد دی گئی ہو۔ وہ ایک غنی آدمی کو دی ہوئی زکوٰۃ سمجھی جائے گی۔ اس لئے صحیح نہ ہوگی۔) اور دوسری صورت میں (چونکہ فقیر نے اس کو امر بالقبض نہیں کیا ہے۔ اس بنا پر یہ شخص فقیر کا وکیل نہیں بلکہ) دینے والے مالداروں کا وکیل ہے تو جتنا بھی مال زکوٰۃ اس کے پاس جمع ہو گیا ہے۔ وہ مالداروں ہی کی ملک ہے" (نہ فقیر کی۔ اس بنا پر سب کی زکوٰۃ درست ہوگی)

مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں مدارس دینیہ میں دوسری صورت پائی جاتی ہے نہ پہلی۔ لہذا ہر حالت میں سفرا و منتظمین رقم زکوٰۃ وصول کرنے کا شرعاً مجاز ہیں۔

فقہائے احناف میں علامہ ابن الہمام کا جو رتبہ ہے۔ وہ محتاج تعارف نہیں ہے۔ علامہ شامیؒ نے اس کے حق میں اپنی رائے حسب ذیل الفاظ میں ظاہر فرمائی ہے:۔

ان الکمال ابن الھمام قد بلغ درجۃ الاجتھاد اھ۔ "ابن ہمامؒ کو اجتہاد کا درجہ ملا ہے"۔ لہذا فقہ حنفی کی رو سے ایک طالب حق اور انصاف پسند حنفی کے لیے علامہ ابن الہمامؒ کے فتوے سے بڑھ کر قابل اعتماد فتوٰی دوسرا نہیں ہو سکتا ہے۔ رہے متعصبین حضرات! تو ان کے تعصب کا کوئی علاج نہیں ہے۔

یہ جواب اس تقدیر پر ہے کہ جب ہم سفراء اور منتظمین حضرات کو کسی ایک فریق کا وکیل تسلیم کریں تو پھر مالداروں کے وکیل ہوں گے۔ نہ فقراء کے۔ لیکن اگر ہم ان کو عاملین میں حکماء داخل مان لیں، چنانچہ ۳ کے جواب میں اس کی تفصیل آئے گی تو پھر اس قسم کے سوالات سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں دینی اداروں کے خزانے اسلامی حکومت کے بیت المال کے حکم میں ہوں گے اور کارکنوں کی حیثیت عاملین علیہا کی ہوگی۔ تو جس طرح ایک اسلامی حکومت اگرچہ اس کے خزانے اور بیت المال میں بہت سی رقم موجود ہو۔ ہر حالت میں مزید رقم زکوٰۃ عاملین کے ذریعہ وصول کر سکتی ہے۔ دینی اور مذہبی ادارے بھی زکوٰۃ وصول کرنے کے حقدار ہوں گے۔ اور ہمارے نزدیک فی زماننا راجح اور قرین مصلحت یہی ہے۔

سوال ۳

کیا دینی اداروں کے کارکن سفرا "والعاملین علیہا" میں داخل ہو سکتے ہیں، جبکہ عامل کی تعریف فقہاء نے یہ لکھی ہے۔ ھوالذی نصبہ الامام لاخذ العشور والصدقات جو دینی اداروں کے سفراء پر منطبق اس بنا پر نہیں ہو سکتی ہے کہ یہ امام اور سلطان کی طرف سے مقرر شدہ نہیں ہیں۔ نہ ان کو ولایت عامہ حاصل ہے۔

الجواب (تمہید)

اس سوال کا جواب سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ایک مسلمہ حقیقت کو ذہن میں رکھئے۔ تاکہ جواب سمجھنے میں دقت پیش نہ آئے —— اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ کہ زکوٰۃ وصول کرنے اور تقسیم کرنے کا حقدار اصلا و بالذات ایک اسلامی حکومت ہی ہے۔ وہی جائز طور پر اس بات کی حقدار ہے کہ مالداروں سے اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرکے اس کے مصارف میں اسے صرف کرے۔ لیکن اگر کسی جگہ کے مسلمان اسلامی حکومت کی برکت سے محروم ہوں تو شرعی حکم اور بشری مصالح کے پیش نظر انفرادی طریقہ پر تقسیم زکوٰۃ سے بدرجہا بہتر یہی ہے کہ اجتماعی طریقہ سے تحصیل اور تقسیم زکوٰۃ کو معمول بنایا جائے۔ اس کے لئے چند وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

وجوہات

وجہ اوّل:۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ اس میں ایک حد تک ان حکم شرعیہ اور مصالح بشریہ کی رعایت ہوتی ہے۔ جن کے پیش نظر شریعت نے زکوٰۃ اور دیگر واجبات مالیہ کی تحصیل اور تقسیم کا نظام قائم کیا ہے۔

وجہ دوم:۔ دوسری وجہ اس کے بہتر ہونے کیلئے یہ ہے کہ یہ صورت اس اصلی اور معیاری شکل سے قریب تر ہے جو اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے اسلام نے مقرر کی ہے اور اسلامی شریعت کا مزاج ہی یہی ہے کہ اگر اس کے احکام میں سے کسی حکم کی بجا آوری اس کی اصلی اور معیاری شکل میں کسی مانع کے سبب سے ممکن نہ ہو تو وہ چاہتا ہے کہ اس حکم کی تعمیل کسی ایسی شکل میں کی جائے۔ جو اصلی شکل سے ملتی جلتی ہو۔ تاکہ اصلی شکل کی یاد ذہنوں کے اندر محفوظ رہے۔ اور اصلی حالت کی طرف لوٹنے اور اس کو دوبارہ حاصل کرنے کا شوق دلوں کے اندر باقی رہے۔

مثالیں

اسلامی شریعت میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مگر ان میں سے یہاں ایک دو مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔ جو اس حقیقت کی توضیح کے لئے کافی ہو سکتی ہیں۔

مثال اوّل:۔ اسلامی شریعت میں طہارت برائے نماز حاصل کرنے کی اصلی اور مطلوبہ شکل "وضوء" ہے۔ لیکن کسی مانع کے سبب سے جب وضو کرنا ممکن نہ رہے تو اس کی جگہ تیمم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ جس کی شکل وضو کی شکل سے ملتی جلتی ہے۔

مثال ثانی:۔ اسی طرح اگر نماز اس کی اصلی اور مطلوبہ شکل میں ادا کرنی ممکن نہ ہو تو اس سے قریب تر شکل اور صورت پر ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ جنگ کے خطرناک حالات کے اندر بھی اس کے لئے ایسی صورتیں تجویز کی گئی ہیں جن سے اس کی اصلی صورت کا تصور ذہنوں میں باقی رہ سکے۔ یہی صورت حال دین کے دوسرے معاملات میں بھی ہے۔ اگر ان کو اس معیاری شکل میں ادا نہیں کیا جا سکتا ہے جو قرآن و حدیث میں ان کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ تو حالات کے لحاظ سے اصل سے ممکن حد تک قریب تر شکل میں ان کو ادا کرنا چاہیئے۔

وجہ سوم:۔ تیسری وجہ اجتماعی طریقہ سے تحصیل اور تقسیم زکوٰۃ کے بہتر ہونے کے لئے یہ ہے کہ اس طریقہ میں بہ نسبت انفرادی صورت کے تنظیم پائی جاتی ہے۔ جو اسلام میں مطلوب ہے۔ اور تفرق و انتشار کم ہو جاتا ہے جو شرعاً مذموم ہے۔

باقی آئندہ

تاریخ اسلام

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز

اعجاز الحق

خاندان بنو اُمیہ کے ساتویں خلیفہ حضرت عُمر بن عبدالعزیز تھے - جو سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے مطابق ۹۹ھ میں تخت پر بیٹھے، ۶۲ھ میں پیدا ہوئے ان کی والدہ رسول پاک کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق کی پوتی تھیں - بچپن میں گھوڑے نے ان کے لات مار دی تھی - ان کے چہرے پر اس زخم کا ایک نشان تھا - حضرت فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ میری اولاد میں ایک شخص پیدا ہوگا - کہ اس کے چہرے پر ایک داغ ہوگا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا - یہی وجہ تھی کہ جب گھوڑے نے ان کے لات ماری تو ان کے والد عبدالعزیز ان کے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے - اگر تو وہی انسان ہے - جس کے متعلق عمر فاروق نے پیشگوئی فرمائی تھی.... تو تو بڑا مبارک ہے --

خلافت راشدہ کی یاد

اموی بادشاہوں میں کسی نے ملکوں کو فتح کرکے نام پیدا کیا - کسی نے مال و دولت کے خزانے جمع کرکے شہرت پائی کوئی عمارتیں بنوا کر مشہور ہوا - کسی نے اپنی شان و شوکت سے دنیا پر اپنا سکہ بٹھایا - لیکن عمرُ بن عبدالعزیز کا طریقہ ان سب سے جدا تھا - وہ ان میں سے کسی بادشاہ کے طور طریقوں پر نہیں چلے - بلکہ انہوں نے انصاف، خدا کی مخلوق کی خدمت رعایا کی ہمدردی اور خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علیؓ کے طور طریقوں پر چل کر وُہ شہرت حاصل کی کہ رہتی دنیا تک ان کا نام اور ان کے کام آنے والوں بادشاہوں حاکموں اور عہدے داروں کے لیئے بہترین نمونہ رہیں گے - ان کے پاس نیکی پرہیزگاری، اللہ کے خوف اور رسول پاک کی پیروی کی وہ دولت تھی کہ اس نے ان کے نام کو سارے عالم میں قیامت تک روشن کر دیا - چونکہ انہوں نے دوسرے بادشاہوں کی طرح حکومت نہیں کی بلکہ ان کی حکومت کا طرز بالکل خلفائے راشدین کے طریقے پر تھا - اس لئے ہم نے انہیں بادشاہ نہیں لکھا - بلکہ یوں سمجھو کہ یہ خلفائے راشدین میں پانچویں خلیفہ تھے کہ جنہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں ملک کو خیر و برکت سے بھر دیا -

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے خلافت کو سنبھالتے ہی جو پہلی تقریر لوگوں کے سامنے کی - اس میں کہا :-

"لوگو! جو آدمی خدا کے حکموں کو مانے - ایسے آدمی کے حکموں کا ماننا لوگوں پر ضروری ہے اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرے اس کا حکم لوگوں کے لیئے ماننا ضروری نہیں - جبتک میں خدا کے حکموں کی اطاعت کروں تم بھی میرا حکم مانو، اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں - تو میرا حکم ماننا ضروری نہیں"

انہوں نے حکومت سنبھالتے ہی سب سے پہلا اچھا کام یہ کیا کہ اموی بادشاہوں نے اپنی حکومت کے زمانے میں دوسروں کی جاگیروں اور مال و اسباب پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا - جس سے دُوسروں کی حق تلفی ہوئی - آپ نے سب سے پہلا یہ حُکم دیا کہ جس جس کو شکایت ہو کہ ان کی جاگیریں اور مال و اسباب مجھ سے پہلے بادشاہوں نے زبردستی چھین لیئے وہ اپنی شکائیتیں پیش کریں جوں جوں شکائیتیں پیش ہوتی جاتی تھیں آپ ان کی تحقیق کرکے وہ مال و اسباب ان کے مالکوں کو واپس کرتے جاتے تھے - یہاں تک کہ امیر معاویہؓ کے زمانے سے آپ کے زمانے تک رعایا کی جو جائداد اور مال و اسباب پہلے اموی بادشاہوں نے زبردستی چھینا تھا وہ سب آپ نے ان کے اصل مالکوں کو واپس دلا دیا -

تبلیغ اسلام

بنو اُمیہ کے اکثر بادشاہ چونکہ ظلم و زیادتی سے حکومت کرتے تھے اور انکی حکومت کے اکثر عہدیدار بھی ظالم تھے - اس لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دوسرا یہ کام کیا کہ تمام عہدیداروں کو علیحدہ کرکے انکی جگہ نیک انصاف پسند اور خدا سے ڈرنے والے عہدے دار رکھے -

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ انہوں نے اپنی حکومت کا مقصد اسلام کی اشاعت اور اس کا پھیلانا قرار دیا - آپ نے اپنے فوجی افسروں کو جو میدان جنگ میں تھے لکھا کہ وہ رومیوں کے کسی قلعہ اور کسی جماعت پر اس وقت تک حملہ نہ کریں - جب تک وہ ان کو اسلام کی خوبیاں نہ سمجھا دیں -

آپ نے سندھ کے بادشاہوں کو اسلام لانے کے لئے خطوط بھیجے - چنانچہ سندھ کے بہت سے بادشاہوں نے آپ کے خطوط پر اسلام قبول کیا اور آپ نے ان کے نام بدل کر عربی نام رکھے سندھ کے مشہور راجہ داہر کا لڑکا جے سنگھ بھی انہیں میں سے تھا -

ایک دفعہ عدی بن ارطاۃ نے جو ان کے زمانے میں ایک بڑا عہدے دار تھا - حضرت عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ آپ کے زمانے میں لوگ اس کثرت سے اسلام قبول کر رہے ہیں کہ ان کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مجھے ڈر ہے کہ وہ ٹیکس جو کافروں کی حفاظت کے لئے اُن سے وصول کیا جاتا ہے - اس میں بڑی کمی ہو جائے گی - حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کو جواب دیا کہ میری تمنا ہے کہ ساری دنیا کے کافر مسلمان ہو جائیں اور میری تمہاری حیثیت ایک کسان کی رہ جائے - تاکہ ہم اپنے ہاتھ کی کمائی کھائیں -

دوسرے عہدے داروں نے بھی جب لوگوں کے کثرت سے اسلام لانے کی وجہ سے جزیہ (ٹیکس) کے کم ہونے کی شکایت کی - تو آپ نے تمام عہدیداروں کے نام ایک عام حکم جاری کیا - جس میں لکھا کہ

اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام لانے کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا تھا - آپؐ خراج (ٹیکس) وصول کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے - (اس لیئے خراج کی کمی کی ہرگز پرواہ نہ کرو -

(ماخوذ حمایت اسلام لاہور)

باقی پھر



(از حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب صدر مدرس اوّل جامع اشرفیہ لاہور)

قسط پنجم

گزشتہ سے پیوستہ

بعض کمین وہ ہیں "جو نہ خدمت کریں نہ ان سے کوئی ضرورت متعلق ہے۔ مگر قرضخواہوں سے بڑھ کر تقاضا کرنے کو موجود اور خواہی نہ خواہی ان کو دینا ضرور اس میں بھی جو خرابیاں اور وجوہ معصیت جمع ہیں ظاہر ہیں" بعد غور کے۔ نیز جب اِن کا کوئی حق واجب نہیں۔ ان کو دینا محض احسان ہے اور احسان میں زبردستی حرام ہے اور اس رسم کو جاری رکھنا تائید فعل حرام کی ہے۔ اور حرام کی تائید بھی حرام ہے (۶) نائی اطلاعی خط لے کر بہو کے سسرال میں جاتا ہے۔ اور وہاں اس کو کچھ انعام دیا جاتا ہے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جو کام ایک پیسہ کے کارڈ میں نکل سکتا ہے۔ اس کے لئے خاص کر ایک آدمی جانا یہ کونسا امر معقول ہے۔ پھر خواہ سسرال میں کھانے کو میسّر ہو یا نہ ہو۔ مگر نائی صاحب کا قرض جو نعوذ باللہ خدا کے قرض سے بڑھ کر سمجھا جاتا ہے ادا کرنا ضروری (غیر ضروری... شرعی کو غیر ضروری شرعی سمجھنا ضروری ہے اور غیر ضروری کو ضروری اعتقاد کر لینا جرم و معصیت ہے) اور وہی ناموری کی نیت ہونا وغیرہ خرابیاں موجود ہیں جو ناجائز ہونے کے لئے کافی ہیں (۷) سوا مہینہ تک زچہ کو نماز کی ہرگز توفیق نہیں ہوتی۔ بڑی بڑی پابند نماز بے پروائی کر جاتی ہیں۔ مسئلہ شرعیہ ہے نفاس کے اقل درجہ کی کوئی حد نہیں۔ جس وقت خون بند ہو جائے فوراً غسل کر لے اور اگر غسل نقصان کرے تو تیمم کرکے نماز پڑھنا شروع کر دے۔ ایک وقت کی فرض نماز بھی بلا عذر شرعی چھوڑنا سخت گناہ ہے۔ حدیث میں ہے ایسا شخص دوزخ میں ہوگا فرعون، ہامان اور قارون کے ساتھ۔ (پیدائش) مستحب مسنونہ تولد کے وقت یہ ہیں کہ

جب لڑکا پیدا ہو اس کو نہلا دھلا کر اس کے داہنے کان میں آذان اور بائیں میں تکبیر کہی جائے اور کسی بزرگ متقی سے چھوہارا چبوا کر اس کے تالو کو لگا دیا جاوے اور باقی تمام امور مذکورہ۔ یا اذان کی مٹھائی یہ سب فضول اور غیر معقول اور مکروہ ہیں۔ (**عقیقہ**) فصل دوم منجملہ اُن کے وہ رسوم ہیں جو عقیقہ کے ساتھ برتی جاتی ہیں۔ اس روز لڑکے کے لئے دو بکرے لڑکی کے لئے ایک بکری ذبح کرنا اور اس کا گوشت کچّا یا پکّا تقسیم کرنا اور بالوں کے برابر چاندی وزن کرکے تقسیم کر دینا بس یہ سنت و مستحب ہے۔

باقی جو فضولیات اس میں تصنیف ہوئے ہیں۔ قابل ملاحظہ ہیں (۱) برادری اور کنبہ کے مرد جمع ہو کر بعد مونڈنے سر بچہ کی کٹوری میں بطور نوتہ کے کچھ ڈالتے ہیں جو نائی کا حق سمجھا جاتا ہے اور یہ عرفاً صاحب خانہ کے ذمہ سمجھا جاتا ہے۔ جس کا ایسا ہی موقعہ پر ادا کرنا وہی پابندی ہے کہ اگر پاس نہ ہو تو قرض لو گو سودی ملے جو سراسر تعدی حدودی شرع سے ہے۔ اور وہی نیّت ناموری وغیرہ کے لئے (۲) دہیانیاں بھی وہی اپنا حق جو واقع میں ناحق ہوتا ہے۔ لیتی ہیں۔ جس میں کئی خرابیاں ہیں (۱) دینے والے کی نیّت فاسد ہونا۔ کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ بعض اوقات گنجائش نہیں ہوتی اور دینا گراں گزرتا ہے۔ مگر ریا و نمود کے لئے دیا جاتا ہے۔ (شہرت کے لئے مال لگانا حرام ہے) ریا و شہرت کے لئے مال خرچ کرنا حرام ہے (۲) لینے والے کی یہ خرابی کہ دینا احسان ہے اور احسان میں شرعاً جبر حرام ہے اور یہ بھی شرعاً جبر ہی ہے۔ کہ وہ اگر نہ دے اس پر طعن و لعن ہو۔ بدنام کر

خاندان بھر میں نکّو بنے اور اگر خوشی سے بھی دے تب بھی شہرت اور ناموری کی نیت ہونا یقینی ہے۔ جس کی ممانعت قرآن و حدیث میں صاف صاف مذکور ہے۔ **فصل سوم**۔ منجملہ ان رسوم کے مکتب کی رسم ہے۔ جس طرح اہتمام و التزام کے ساتھ لوگوں میں شائع ہے۔ اس میں یہ خرابیاں ہیں (۱) چار برس چار مہینے چار دن کا اپنی طرف سے مقرر کر لینا جس کی کوئی اصل صحیح نہیں پائی گئی۔ جیسا کہ خاتمہ مجمع البحار میں شیخ علی متقی کا فتوےٰ اس معمول کے بے اصل ہونے میں منقول ہے۔ (تقسیم شیرینی) تقسیم شیرینی کا لازم سمجھنا اس طرح کہ اس کے ترک کو موجب بدنامی و اہانت سمجھیں تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ محض اداءِ شکر مقصود نہیں۔ ورنہ اداءِ شکر کی بہت سی صورتیں ہیں حصر تقسیم شیرینی میں نہیں۔ بلکہ تابعداری رسم ہے۔ لوگوں کے طعن سے بچنے کے لئے و ریا و شہرت کے لئے (۳) بعض لوگ اس وقت بچہ کو ناجائز لباس پہناتے ہیں۔ ریشمی یا زری۔ ایک گناہ یہ ہوا (۴) کمینوں کا اور دھیانیوں کا اس میں بھی فرض سے بڑھ کر حق سمجھا جاتا ہے جو مر مار کر جس طرح ہو ادا کرو۔ ورنہ نکّو بنو۔ جبراً کسی کے مال لینے کی یا ریاءً کسی کو دینے کی بُرائی ظاہر ہے۔ یہ بھی موقوفی کے قابل ہے۔

(جب لڑکا بولنے لگا اس کو کلمہ سکھلاؤ)

بس جب لڑکا بولنے لگا اس کو کلمہ سکھلاؤ جیسا مجمع البحار اور شرح شرعۃ الاسلام میں منقول ہے۔ اور ایک روایت میں اس کی تعلیم آئی ہے۔ وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہٗ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا (سورۃ بنی اسرائیل ع ۱۲ پ ۱۵) ابنُ السُنّی نے اس کا حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کے معمولات شریف سے ہونا حضرت انس رض سے روایت کیا ہے۔ اور کسی بزرگ کی خدمت میں بھیج کر اس کو بسم اللہ سکھلاؤ اور نعمت کے شکریہ میں اگر دل سے بلا پابندی جو توفیق ہو۔ خفیہ طور سے راہ خدا میں کچھ چیز خیرات کر دو۔ (**فصل چہارم**) منجملہ ان کے وہ رسوم ہیں جو ختنہ میں عوام نے اختیار کر رکھی ہیں (ختنہ) (۱) لوگوں کو آدمی اور خطوط

بھیج کر بلانا و جمع کرنا جو بالکل خلاف سُنّت ہے۔ مسند احمد میں حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو کسی نے ختنہ میں بلایا۔ آپ نے تشریف لے جانے سے انکار فرمایا۔ آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم لوگ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کبھی ختنہ میں نہ جاتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت میں جس امر کا اعلان ضروری نہیں۔ اس کے لئے لوگوں کو جمع کرنا بلانا خلاف سُنّت ہے۔ اس میں بہت سی رسمیں ہیں جن کے لئے لمبے چوڑے اہتمام ہوتے ہیں (۲) بعض موقع پر لڑکا قریب بلوغ کے ہوتا ہے۔ جس کا بدن مستور دیکھنا بجز ختنہ کرنے والوں کے دوسروں کو بلا ضرورت حرام ہے اور سب بے تکلف دیکھتے ہیں اور گنہگار ہوتے ہیں۔ اور ان گناہوں کا باعث بلانے والا ہوتا ہے۔ (۳) بچہ کے ننہال کی طرف سے کچھ نقد و پارچہ دیا جاتا ہے۔ جس کو عرف میں بھات کہتے ہیں۔ جس کی اصل فاسد یہ ہے کہ کفار ہند اولاد دختری کو میراث نہیں دیتے تھے۔ جاہل مسلمانوں نے ان کی دیکھا دیکھی یہ شیوہ اختیار کیا اور اگر فرضاً ان کی تابعداری نہیں کی۔ خود ہی یہ رسم ایجاد کی ہو تب بھی تو بُری رسم ہے۔ کسی حقدار کا حق جس کو اللہ و رسولؐ نے مقرر فرمایا ہو اس کو نہ دینا اور بلا طیب خاطر ذی حق کے اس کے خود منتفع ہونا عقلاً و شرعاً ہر طرح بُرا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں۔ کہ اپنے عزیزوں سے سلوک کرنا عبادت ہے۔ جواب یہ ہے کہ صلہ رحمی و سلوک منظور ہوتا۔ تو بلا پابندی رسم جب ان کو حاجت ہوتی ہے۔ ان کی خدمت کرتے۔ اب تو عزیزوں پر خواہ فاقے گزر جائیں۔ خبر بھی نہیں لیتے۔ اپنے نام و نمود کے لئے تاویل صلہ رحمی کی سوجھنے لگی۔ غرض ان خرافات و معاصی کو موقوف کرنا چاہیئے۔ جب بچہ میں قوّت برداشت کی دیکھی جاوے۔ چپکے سے نائی کو بلا کر ختنہ کرا دیں۔ جب اچھا ہو جاوے غسل کرا دیں اگر گنجائش اور بار بھی نہ ہو اور پابندی بھی نہ کرے اور شُہرت و نمود اور طعن و بدنامی کا بھی خیال نہ ہو۔ شکریہ میں دو چار اعزّہ و احباب یا دو چار مساکین کو ماحضر کھلاوے اور اللہ اللہ خیر صلاح

(فصل پنجم) منجملہ اُن رسوم کے منگنی کی رسوم ہیں۔ اس میں یہ واقعات ہوتے ہیں (۱) جب منگنی ہوتی ہے تو خط لے کر نائی آتا ہے۔ لڑکی والے کی طرف سے شکرانہ بنا کر حجام کے روبرو رکھا جاتا ہے۔ اس میں بھی غیر لازم امر کا اپنے ذمہ لازم کر لینا ہے کہ فرض و واجب ٹل جائے مگر یہ نہ ٹلے۔ ممکن ہے کہ کسی کے گھر میں اس وقت دال روٹی ہو۔ مگر جہاں سے شکرانہ ہو شکرانہ کرو۔ ورنہ منگنی مشکوک ہو گئی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور التزام مالا یلزم اور تعدی حدود شرعیہ کا ہونا موجود ہے۔ ایک تو یہ امر خلاف شرع ہوا۔ پھر اس بیہودہ امر کے لئے اگر سامان موجود نہ ہو تو قرض لینا۔ جس کا بلا ضرورت لینا ممنوع اور ایسے ہی قرض پر وعید آئی ہے۔ گو قلیل ہی قرض ہو دوسرا امر خلاف شرع یہ ہوا (۲) حجام کو کھانا کھلا کر خوان میں سو روپیہ یا جس قدر لڑکی والے نے دیئے ہوں۔ ڈال دیتا ہے۔ لڑکے والا اس میں سے ایک یا دو روپیہ اُٹھا کر باقی واپس کر دیتا ہے اور یہ روپیہ اپنے کمینوں کو تقسیم کر دیتا ہے۔ بھلا یہ سوچنے کی بات ہے کہ جب ایک یا دو روپیہ لینا دینا منظور ہے تو خواہ نخواہ سو روپیہ کو کیوں تکلیف دی اور اس رقم کے پُورا کرنے کے واسطے بعض اوقات بلکہ اکثر سودی روپیہ لینا پڑتا ہے جو حدیث میں موجب لعنت ہے اور اگر قرض بھی نہ لیا تب بھی بجز افتخار اور اظہار عظمت اس میں کون سی مصلحت عقلی ہے۔ اور بھی کئی خرابیاں ہیں جو کہ موجب ترک ہیں۔ (۳) پھر لڑکی والا حجام کو ایک جوڑا مع کچھ نقدی روپیہ کے دیتا ہے اور یہاں بھی وہی دل لگی کہ دینا منظور ہے ایک یا دو اور دکھلاویں سو۔ واقعی رواج عجب چیز ہے کہ کیسی عقل کے خلاف کوئی بات ہو۔ مگر عقلا بھی اس کو کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔ (۴) حجام کی واپسی کے قبل عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ڈومنیاں گاتی ہیں۔ عورتوں کے جمع ہونے اور ڈومنیوں کے گانے کی خرابیاں ظاہر ہیں۔ غرض یہ سب خرافات واجب الترک ہیں۔ بس ایک کارڈ سے یا زبانی گفتگو سے پیغام نکاح کا ادا ہو سکتا ہے۔ جانب ثانی اپنے طور پر ضروری امور کی تحقیق کر کے جب اطمینان ہو جاوے ایک کارڈ سے یا زبانی وعدہ کر سکتا ہے۔ لیجئے منگنی ہو گئی۔ اگر استحکام کے لئے یہ رسمیں برتی جاتی ہیں تو اول تو کسی مصلحت کے واسطے معاصی کا ارتکاب جائز نہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود ان فضول کے بھی جہاں مرضی نہیں ہوتی ہے۔ جواب دے دیتے ہیں۔ کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔

(فصل ششم) منجملہ ان رسوم کے شادی کی رسوم ہیں۔ اس میں یہ واقعات ہوتے ہیں (۱) سب سے پہلے برادری کے مرد جمع ہوتے ہیں۔ اور لڑکی والے کی طرف سے خط تعیین تاریخ شادی کا لکھ کر نائی کو دے کر رخصت کرتے ہیں۔ یہ رسم ایسی ضروری ہے کہ چاہے برسات ہو۔ راہ میں ندی نالے پڑتے ہوں۔ جس میں حجام صاحب کے بالکل رخصت ہونے کا بھی احتمال ہو۔ غرض کچھ بھی ہو مگر یہ ممکن نہیں کہ ڈاک کے خط پر اکتفا کریں یا حجام سے زیادہ کوئی معتبر آدمی جاتا ہو اس کے ہاتھ بھیج دیں۔ بتلایئے شریعت نے جس چیز کو ضروری نہیں ٹھہرایا۔ اس کو اس قدر ضروری سمجھنا کہ شریعت کے ضروری بتلائے ہوئے امور سے زیادہ اس کا اہتمام کرنا۔ انصاف کیجئے شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں اور جب مقابلہ ہے تو واجب الترک ہے یا نہیں اسی طرح مردوں کا اجتماع ضروری ہونا اس میں بھی یہی التماس مذکور ہے۔ پھر اس میں ایک ضروری امر یہ بھی ہے کہ سُرخ ہی خط ہو اور اس پر گوٹا بھی لپٹا ہُوا ہو۔ یہ بھی اس التزام مالا یلزم کی فہرست میں داخل ہے۔ جس کا خلاف شرع ہونا ثابت ہے (۲) جب حجام خط لے کر دولہا کے گھر گیا تو وہاں برادری کی عورتیں جمع ہو کر دو خوان شکرانے کے بناتی ہیں جس میں ایک نائی کا۔ دوسرا ڈومنیوں کا ہوتا ہے۔ نائی کا خوان باہر بھیجا جاتا ہے اور ساری برادری کے مرد جمع ہو کر نائی کو شکرانہ کھلاتے ہیں یعنی کھاتے کا منہ تکا کرتے ہیں اور ڈومنیاں پر بیٹھ کر گالیاں گاتی ہیں۔ اس میں بھی خوان بنانا اسی التزام مالا یلزم میں داخل اور خلاف شرع ہے۔ دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ

تبصرہ

(۱) **اصول دعوتِ اسلام** :۔ مصنفہ حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند (انڈیا)
ضخامت ۹۶ صفحات

(۲) **اسلام میں دعا کی اہمیت** :۔ مصنفہ فخر الہند مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
ضخامت ۸۸ صفحات

(۱)،(۲) کتابت، طباعت اور کاغذ بہتر
قیمت مجلد مع سہ رنگ گرد پوش ایک روپیہ چار آنے
معاونین کے لئے بارہ آنے۔
معاون بننے کے لئے ادارہ سے سہ ماہی لٹریچر مفت طلب فرمایئے۔

ملنے کا پتہ

ادارہ "تاج المعارف"
دیوبند

یہ دونوں کتابیں ادارہ "تاج المعارف" دیوبند کے سہ ماہی پروگرام کی تیرھویں اور چودھویں کتابیں ہیں اور دونوں کو ایک ہی جلد میں پیش کیا گیا ہے۔

(۱) تقریر و تحریر دونوں میں کمال اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے جو وہ اپنے معدودے چند بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ قاری محمد طیب صاحب انہیں حضرات میں سے ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد وہ اکثر پاکستان تشریف لا کر اپنے مواعظ حسنہ سے مستفیض فرماتے رہتے ہیں۔ ان کی تصنیف کردہ کتابیں بھی پاکستان میں اکثر ملتی ہیں۔ یہ ان کی ایک اور تصنیف ہے۔ اس میں انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں کتاب و سنت کی روشنی میں اسلام کے دعوتی نظام کی وضاحت فرمائی ہے۔ اسلام میں ہر مسلمان مبلغ ہے اس لئے ہر مسلمان کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے اسلام کی دعوت دینے والے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کتاب و سنت کا فارغ التحصیل عالم ہی ہو۔ بلکہ ہر شخص جتنا جانتا ہے اُتنے کا پہلے خود عالم بنے اور پھر دوسروں کو پہنچائے۔

ہمیں اُمید ہے کہ مسلمان اس کتاب کے مطالعہ سے پوری طرح فائدہ اُٹھائیں گے۔ ادارہ سے ہماری درخواست ہے۔ کہ وہ پاکستان کے مسلمانوں کی سہولت کے لئے یہاں کے کتب فروشوں سے معاملہ طے کریں تاکہ یہاں اُن کی کتابیں دستیاب ہو سکیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (ترجمہ :۔ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کرونگا) لیکن ہر کام کے کرنے کا ایک سلیقہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی پکارنے (دعا کرنے) کا ایک سلیقہ ہے۔ اس کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے ؎

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو — درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

اس کتاب میں بارگاہ رب العزت سے مانگنے کے جو پسندیدہ طریقے ہیں ان کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ چونکہ اس ذات اقدس سے ہر ایک فردِ بشر کو مانگنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے پہلی کتاب کی طرح اس کتاب کا مطالعہ بھی ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں کتابوں کے مصنفین اور ادارہ "تاج المعارف" کی اس محنت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو ان سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از جناب حکیم دلاور خان دھولپوری ستلج کاٹن مل اوکاڑہ

مٹیں سب ظلمتیں منظر سہانا ہوتا جاتا ہے
عرب کے چاند کا ہر سو اُجالا ہوتا جاتا ہے

فروزاں نور سے گھر آمنہ کا ہوتا جاتا ہے
ستارے چھپتے جاتے ہیں سویرا ہوتا جاتا ہے

وہیں جاری علوم حق کا دریا ہوتا جاتا ہے
گزر جس سمت بھی اُمی لقب کا ہوتا جاتا ہے

محمد باعثِ "کن" جانِ عالم، خاتمِ مرسل
محمد سے خدا کا کام پورا ہوتا جاتا ہے

نمودِ ذاتِ محبوبِ خدا کی شان تو دیکھو
جو بتخانہ تھا وہ اب گھر خدا کا ہوتا جاتا ہے

ترا گھر اے حلیمہ آمنہ کے لعل کے باعث
تجلّی زار رشکِ طورِ سینا ہوتا جاتا ہے

نسیم خلد کے جھونکے ہیں رحمت کی فراوانی
ہر مغموم روشن باغ دنیا ہوتا جاتا ہے

سلاطین و شیاطیں زیر و پسپا ہوتے جاتے ہیں
شہنشاہ زماں اب کملی والا ہوتا جاتا ہے

شب مہتاب سے صبح چمن سے شام صحرا سے
عیاں وہ ہر طرح جلوہ بہ جلوا ہوتا جاتا ہے

تمہاری اُمت کی کشتی پھنس گئی موجِ حوادث میں
سہارا ناخدا کا قعرِ دریا ہوتا جاتا ہے

کبھی عکس مدینہ ہے کبھی کعبہ نگاہوں میں
دلاور دونوں عالم کا نظارہ ہوتا جاتا ہے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
قیمت ۴ر
منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱۔ لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱۔ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء
ایڈیٹر عبدالمنان چوہان
۲۔ پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C-۲۷۴۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء
بدل اشتراک سالانہ لعہ ۱۱ ششماہی لعہ

مجیب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا